ربیع اوّل
1429ھ، 2008ء

خلافت میگزین
علیٰ منہاجِ نبوت

((...ثم تکون خلافة علی منهاج النبوة))

”... پھر خلافت علیٰ منہاجِ نبوت (نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت) قائم ہوگی“ (رواہ احمد)

جمہوریت اور آمریت
ایک ہی سکے کے دو رخ

اجتہاد:
شرعی نصوص سے احکامات اخذ کرنے کا طریقہ نہ کہ انسانی عقل کی اختراع

حزب التحریر کی طرف سے متحدہ مجلسِ عمل کے نام کھلا خط

دنیا بھر میں ہونے والی حزب التحریر کی سرگرمیاں

خلافت میگزین
علیٰ منہاج نبوت

شمارہ نمبر 6
ربیع الاول
1429ھ، 2008ء

فہرست

اداریہ	1
درسِ قرآن الکریم	2
درسِ حدیث	3
جمہوریت اور آمریت ایک سکے کے دو رخ	5
اجتہاد:	8
دنیا بھر میں ہونے والی حزب التحریر کی سرگرمیاں	15
مؤمنین بمقابلہ ظالم حکمران	19
حزب التحریر کی طرف سے متحدہ مجلسِ عمل کے نام کھلا خط	22
جمہوری تماشہ اور خلافتِ راشدہ (نظم)	25
پاکستانی سیاست میں امریکی اور برطانوی وفاداروں کی کشمکش	27

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

حدیث نبوی ﷺ ہے:

"تمہارے اندر عہدِ نبوت موجود رہے گا جب تک اللہ چاہے گا، پھر جب اللہ اسے ختم کرنا چاہے گا تو اس کو ختم کر دے گا۔ پھر نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت قائم ہوگی جو (اس وقت تک) رہے گی جب تک اللہ چاہے گا، پھر جب اللہ اسے ختم کرنا چاہے گا تو اسے ختم کر دے گا۔ پھر موروثی حکومت کا دور ہو گا جو (اس وقت تک) رہے گا جب تک اللہ چاہے گا، پھر جب اللہ اسے ختم کرنا چاہے گا تو اسے ختم کر دے گا۔ پھر جابرانہ حکومت کا دور ہو گا جو (اس وقت تک) رہے گا جب تک اللہ چاہے گا، پھر جب اللہ اسے ختم کرنا چاہے گا تو اسے ختم کر دے گا۔ پھر نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت قائم ہوگی۔"

(رواہ احمد)

زرِ تعاون: فی شمارہ 15 روپے

Published by:
'Shabab-ul-Umma'
Publications Lahore Pakistan

رابطہ، مضامین بھیجنے اور میگزین منگوانے کے لیے
info.khilafat@yahoo.com
www.khilafat.pk

حزب التحریر کی ویب سائٹس:
www.hizb-ut-tahrir.info
www.hizb-ut-tahrir.org
www.khilafah.com

بجلی اور گیس کے بحران کے اصل ذمہ داران

ایک طرف تو ہم دیکھتے ہیں کہ مغربی اقوام مسلم دنیا سے ہی سستے داموں اور وافر مقدار میں تیل اور گیس حاصل کر کے 24 گھنٹے بجلی اور گیس کی سہولیات سے مستفید ہو رہی ہیں اور گرم اور آرام دہ زندگی کا لطف اٹھا رہی ہیں اور حتیٰ کہ وہ اس بات سے بے خبر ہیں کہ زندگی میں توانائی کی کمی کا کوئی مسئلہ درپیش ہوتا ہے، تو دوسری طرف پاکستان کے مسلمان بجلی سے محروم اور شدید سردی میں زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔

دسمبر 2007ء سے لے کر اب تک پاکستان کے مسلمان بجلی کی کمی سے دوچار ہیں، اگرچہ یہ سردیوں کا موسم ہے، جب بجلی کی طلب نہایت کم ہوتی ہے!! چنانچہ پاکستان الیکٹرک پاور کمپنی (PepCo) لوڈ شیڈنگ کرنے پر بضد ہے اور روزانہ کئی گھنٹوں بجلی بند رہنے کی وجہ سے انڈسٹری، کاروبار اور روزمرہ کے معمولات شدید متاثر ہوئے ہیں۔ اس سلسلہ میں حکومت نے پہلے تو پانی کی سپلائی کی کمی کو وجہ کے طور پر بیان کیا اور پھر بعد میں یہ موقف اختیار کیا کہ قدرتی گیس کی کمی کی وجہ سے بجلی کی پیداوار نہیں ہو پا رہی۔

حکومت نے مقامی اور غیر ملکی کمپنیوں کو بجلی کی پیداوار بڑھانے کو کہا لیکن یہ کمپنیاں ایسا کرنے کو تیار نہ تھیں، ان کی یہ عدم رضامندی لازمی امر ہے کیونکہ یہ پرائیویٹ کمپنیاں اپنے ذاتی منافع کو معاشرے کی ضروریات پر فوقیت دیتی ہیں۔ جہاں تک پانی کی سپلائی کا معاملہ ہے تو جب حکومت نے بجلی کی پیداوار کے لیے پانی کی سپلائی کو بڑھانا چاہا تو اس کا کسانوں کے ساتھ تنازعہ شروع ہو گیا، جن کو کاشت کے لیے پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔

بجلی کے بحران کے ساتھ ساتھ گیس کی کمی کا بحران بھی شروع ہو گیا، جس کے نتیجے میں کئی صنعتی یونٹ بند ہو گئے۔ گیس کے اس بحران کے نتیجے میں بلوچستان میں اذیت ناک صورتحال کا سامنا ہے۔ وہاں پر بڑی تعداد میں کمسن بچے گیس کی سہولت نہ ہونے کی وجہ سے سردی کی شدت سے ٹھٹھر کر مر چکے ہیں۔ اگرچہ بلوچستان، پاکستان کا وہ صوبہ ہے جو پاکستان کے اکثریتی حصے کی گیس کی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔

چنانچہ ایسے وقت میں جب مغربی اقوام توانائی کے متبادل ذرائع پر ریسرچ کی مد میں کثیر سرمایہ خرچ کر رہی ہیں، اُسی وقت یہ نظام موجودہ بحران سے نبٹنے میں ناکام ہو چکا ہے، اگرچہ ایسے اقدامات اٹھائے جا سکتے تھے جو نہ صرف نہایت سستے ہیں بلکہ ان کو بروئے کار لا کر ان بحرانوں سے رونما ہونے سے کئی سال قبل ہی نبٹا جا سکتا تھا، ان کی تفصیل کچھ یوں ہے:

1: حکومت نے کوئلے کے استعمال میں غفلت برتی ہے جو گیس اور تیل کے مقابلے میں توانائی کے لیے نہایت سستا متبادل ہے۔ امریکہ اور چین سمیت دنیا بھر میں آج بھی بجلی پیدا کرنے کے لیے کوئلے کو بڑی مقدار میں استعمال کیا جا رہا ہے اور صحیح پلاننگ کے ذریعے لوگوں کو ماحولیاتی آلودگی سے بچاتے ہوئے اس کا موثر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کے صوبہ سندھ کے صحرائے تھر میں دنیا کا کوئلے کا پانچواں سب سے بڑا ذخیرہ موجود ہے۔

2: حکومت نے بجلی کی پیداوار کے لیے ڈیموں کے متبادل کے سلسلے میں بھی غفلت برتی ہے۔ موجودہ ڈیم بجلی کی پیداوار اور کاشت کاری دونوں کے لیے استعمال ہو رہے ہیں، جو انتہائی ضرورت کے وقت ان دونوں شعبوں کے درمیان تصادم کا باعث بنتے ہیں۔ حکومت کئی ایسے منصوبے بنا سکتی ہے جہاں دریاؤں اور نہروں کے قدرتی بہاؤ سے ٹربائن چلا کر نہایت سستی بجلی حاصل کی جا سکتی ہے اور یوں کاشت کاری بھی متاثر نہ ہو گی اور قومی ضرورت بھی پوری ہو جائے گی۔ اس کے ساتھ ساتھ اگر حکومت مسلمانوں کے معاملات کی دیکھ بھال کرنا چاہے تو وہ اپنے ویژن کو بڑھاتے ہوئے شمسی توانائی، ہوا اور سمندر کے مدوجزر سے بھی بجلی پیدا کر سکتی ہے، کیونکہ پاکستان ایک ایسا ملک ہے جو سورج کی روشنی، تیز ہواؤں اور طویل ساحلی پٹی جیسے قدرتی نعمتوں سے مالا مال ہے۔

3: اسی طرح حکومت نے بجلی اور گیس سے متعلق شریعت کے قوانین کے نفاذ میں غفلت برتی ہے۔ موجودہ سرمایہ دارانہ نظام اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ بجلی اور گیس جیسے قومی اثاثوں کی نجکاری کر دی جائے اور یہ نظام اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ یہ عوامی ضروریات سرمایہ داروں کے ایک قلیل گروہ کے مفاد میں استعمال ہوں۔ اس وقت پاکستان میں بیس سے زائد مقامی اور غیر ملکی کمپنیاں گیس اور تیل کی تلاش کر رہی ہیں اور یہ مقامی اور غیر ملکی کمپنیاں Independent Power Producers کی شکل میں کام کر رہی ہیں، یہ مقامی اور بین الاقوامی کمپنیاں بحران کے وقت معاشرے کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے اپنے منافع پر سمجھوتہ کرنے پر تیار نہیں ہوتیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب منافع نظر نہ آ رہا ہو تو یہ پیداوار میں کمی کر دیتی ہیں اور مسلسل اپنا منافع بڑھانے کے لیے تیل، گیس اور بجلی کی قیمتوں میں اضافے کا مطالبہ کرتی رہتی ہیں اس بات سے قطع نظر کہ ایسا کرنا صنعت، زراعت اور دیگر روزمرہ معاملات میں سخت نقصان کا باعث ہو گا۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین چیزیں تمام مسلمانوں کی ملکیت ہیں، پانی، چراگاہیں اور آگ'' (مسند احمد) چنانچہ اسلام تیل، گیس اور بجلی کو ذاتی اور ریاستی ملکیت نہیں گردانتا بلکہ یہ سب عوام کی اجتماعی ملکیت ہیں، جس کا فائدہ تمام معاشرے کو مہیا کیا جانا چاہئے اور اسلام ان ذخائر کو کسی کمپنی یا کسی شخص کی ملکیت میں دینے کو حرام قرار دیتا ہے۔ لہٰذا خلافت میں یہ ذرائع ممکنہ حد تک ایسی قیمت پر لوگوں کو مہیا کئے جاتے ہیں جو ان کی استطاعت کے مطابق ہو اور یوں یہ ذرائع تمام معاشرے کے بہترین مفاد کے لیے استعمال کئے جائیں گے۔ چنانچہ یہ خلافت ہی ہو سکتی ہے جو کہ امت کے وسائل کو سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں دینے کی بجائے اسے امت کے مفاد میں استعمال کرے گی۔ اور خلافت کے بغیر موجودہ نظاموں کے ذریعے ہمیشہ مفاد پرست اور سرمایہ دار امت کے وسائل لوٹتے رہیں گے۔

• • •

اللہ سے رحمت کی امید رکھنا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَادْعُوهُ خَوْفاً وَطَمَعاً إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِنَ الْمُحْسِنِينَ﴾ ’’اور اللہ سے خوف کرتے ہوئے اور امید کے ساتھ دعائیں مانگتے رہنا، کچھ شک نہیں کہ اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے‘‘ (الاعراف:56) ایک اور جگہ ارشاد ہے: ﴿وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ وَإِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ ’’اور تمہارا رب لوگوں کو ان کی بے انصافیوں کے باوجود معاف کرنے والا ہے اور بے شک تمہارا رب سخت عذاب دینے والا بھی ہے‘‘ (الرعد:6)

مندرجہ بالا آیاتِ کریمہ اللہ سے رحمت کی امید رکھنے کے متعلق ہیں۔ اللہ سے امید کا مطلب ہے اللہ سے حسن ظن رکھنا، اور یہ حسن ظن میں سے ہے کہ ایک شخص اللہ سے رحمت ومغفرت اور مدد ونصرت کی امید رکھے۔ اللہ نے اس شخص کی تعریف فرمائی ہے جو اللہ سے امید رکھے بالکل اسی طرح جیسے اللہ نے اس شخص کی تعریف کی ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہم پر یہ فرض کیا ہے کہ ہم اللہ سے امید رکھیں اور اللہ سے اچھے سلوک کی توقع کریں بالکل اسی طرح جیسے اللہ نے اس بات کو فرض کیا ہے کہ ہم اُس سے ڈریں۔ پس بندے پر لازم ہے کہ وہ اللہ سے ڈرے اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ سے امید بھی رکھے۔ اللہ سے ڈرنے کا مطلب ہے کہ بندہ اللہ کے احکامات پر چلے یعنی وہ نیک اعمال کرے اور ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ نے بخشش کا وعدہ فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أُولَئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَةَ اللّٰهِ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

’’بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا، وہی اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے‘‘ (البقرہ:218)

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا وصف یہ بیان کیا ہے کہ وہ نیک اعمال کرتے ہوئے اللہ کی رحمت کے امیدوار بھی ہوتے ہیں اور اللہ کے عذاب سے ڈرتے بھی ہیں، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِداً وَّقَائِماً يَّحْذَرُ الآخِرَةَ وَيَرْجُو رَحْمَةَ رَبِّهِ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الأَلْبَابِ﴾

’’بھلا وہ شخص جو راتوں کو سجدے اور قیام کی حالت میں گزارتا ہو، آخرت سے ڈرتا ہو، اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہو، بتلاؤ تو کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں؟ یقیناً وہی لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں جو عقلمند ہوں‘‘ (الزمر:9)

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے نہایت مہربان ہے لہٰذا جو شخص اللہ سے جیسی امید کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ویسا سلوک کرتا ہے، ایک حدیث میں واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: ’’اچھی خبر پر خوش ہوجاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

((أنا عند ظن عبدي بي، إن ظن خيراً فله، وإن ظن شراً فله))

’’میں ویسا ہی ہوں جیسا کہ میرا بندہ میرے متعلق گمان کرتا ہے۔ اگر وہ میرے متعلق اچھا گمان رکھے تو اس کے لیے ایسا ہی ہونگا اور اگر وہ میرے متعلق برا گمان رکھے تو اس کے لیے ویسا ہی ہونگا‘‘ (مسند احمد)

اللہ سے امید رکھنے کا مطلب ہے کہ ایک بندہ اپنی عاجزی ظاہر کرے یعنی وہ ایک مخلوق ہے اور اللہ اس کا خالق، اور اللہ ہر چیز کا مالک ہے اور وہ جو چاہے کرسکتا ہے، انسان چاہے گناہوں کے ڈھیر لگالے لیکن اگر وہ سچے دل سے اس پر پشیمان ہو اور اللہ کے حضور اس سے امید رکھتے ہوئے معافی طلب کرے تو اللہ ضرور ایسے بندے کی آواز سنتا ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((قال اللّٰه تعالىٰ: يا ابن آدم إنك ما دعوتني ورجوتني غفرت لك على ما كان منك ولا أبالي، ياابن آدم لو بلغت ذنوبك عنان السماء ثم استغفرتني غفرت لك، يا ابن آدم لو أتيتني بقراب الأرض خطايا ثم لقيتني لا تشرك بي شيئاً لأتيتك بقرابها مغفرة))

’’اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے ابن آدم! جب تک تو مجھ سے مانگتا رہے گا اور مجھ سے امید رکھے گا میں تیرے گناہوں کے باوجود تجھے معاف کرتا رہوں گا اور مجھے کوئی پرواہ نہیں (خواہ تو نے کتنے ہی گناہ کیوں نہ کیے ہوں)۔ اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ (بڑھتے بڑھتے) آسمان کی بلندیوں تک جا پہنچیں اور پھر تو مجھ سے معافی کا خواستگار ہو تو میں تجھے معاف کردوں گا۔ اے ابن آدم! اگر تو میرے پاس اتنے گناہ لے کر آئے جو زمین کو بھر دینے کے لیے کافی ہوں اور پھر تو مجھے اس حالت میں ملے کہ تو نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو تو میں اسی قدر مغفرت کے ساتھ تیرے پاس آؤں گا‘‘ (ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور اس حدیث کو حسن قرار دیا)

اسی طرح ایک بندے کی بدقسمتی ہوتی ہے کہ اگر وہ کسی بھی

بقیہ صفحہ نمبر 4 پر

اللہ پر توکل کرنا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عن أنس بن مالک یقول: قال رجل: یا رسول اللّٰہ اعقلها وأتوکل أو أطلقها وأتوکل. قال :"اعقلها وتوکل"

''انس بن مالک سے روایت ہے کہ ''ایک آدمی نے آپ ﷺ سے پوچھا ''اے اللہ کے پیغمبر کیا میں اسے (اونٹ کو) باندھوں اور (اللہ پر) توکل رکھوں یا اسے چھوڑ دوں اور (اللہ پر) توکل رکھوں'' تو آپ ﷺ نے جواب دیا ''اسے باندھو اور توکل رکھو'' (ترمذی)

ڈاکٹر افتخار احمد

dr.iftikhar@yahoo.com

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ اس بدو کو سکھا رہے ہیں کہ ایک شخص کو چاہیئے کہ جب وہ اسباب اختیار کرے تو اس کا توکل صرف اللہ کی ذات پر ہو۔ اپنے اونٹ کو باندھنا اسباب کو اختیار کرنا ہے اور توکل کا مطلب اسباب کو نظر انداز کرنا نہیں۔

توکل ایک اہم اسلامی فکر ہے۔ اس کا تعلق اسلام کے عقیدہ کے ساتھ ہے، یعنی اللہ اس کائنات کا خالق و مالک ہے، وہ قادرِ مطلق ہے، ایک مسلمان کو اسی پر بھروسا کرنا چاہیے۔ چنانچہ ایک مسلمان کو چاہیئے کہ وہ ایک لمحے کے لیے بھی اللہ سے مایوس نہ ہو، اور نہ ہی وہ اللہ کی قدرت، اللہ کی طاقت اور اللہ کی مدد کے متعلق شک میں مبتلا ہو، خواہ کسی کام کے پورا ہونے یا کسی مشکل کے دور ہونے کے اسباب موجود ہوں یا نہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جگہ جگہ پر مسلمانوں کو اپنی ذات پر توکل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفرقان میں ارشاد فرمایا: ﴿وَتَوَكَّل عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لاَ يَمُوتُ﴾ ''اور اس ذات پر ہی بھروسا رکھو جو کبھی نہیں مرے گا'' (الفرقان:58) اور فرمایا: ﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴾ ''اور مومنوں کو اللہ پر ہی بھروسا کرنا چاہیئے'' (التوبہ:51) اور فرمایا: ﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾ ''اور جو اللہ پر توکل کرتا ہے اللہ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے'' (طلاق:3) اور فرمایا: ﴿فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لاَ إِلَهَ إِلاَّ هُوَ عَلَيهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ﴾ ''پس اگر وہ منہ پھیر لیں تو تم کہہ دو کہ اللہ ہی میرے لئے کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں اسی پر توکل کرتا ہوں اور وہ تو عرشِ عظیم کا رب ہے'' (التوبہ:159) اور فرمایا: ﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ ''اور جو اللہ پر بھروسا کرے تو بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔'' (الانفال:49)۔ ان آیاتِ کریمہ میں قطعی طور پر اللہ پر توکل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جو کوئی اللہ پر توکل نہیں کرتا وہ گناہ گار ہے اور جو اللہ پر توکل کرنے کا انکار کرے وہ کافر ہے، کیونکہ اللہ پر توکل کے دلائل اپنے ثبوت اور معنی کے لحاظ سے قطعی ہیں۔

اور رسول اللہ ﷺ نے بھی صحابہ کرام کو اللہ کی ذات پر توکل کرنا سکھایا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن ستر ہزار لوگ بغیر حساب اور بغیر عذاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو جادو منتر نہیں کرواتے اور نہ بدفالی کراتے ہیں، اور نہ آگ سے داغ کرواتے ہیں اور صرف اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں'' (متفق علیہ) ابوبکرؓ نے بیان کیا: ''جب ہم غار میں تھے تو میں نے مشرکینِ مکہ کے قدم دیکھے اور وہ ہم سے بلندی پر کھڑے تھے۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! اگر انہوں نے محض اپنے قدموں کی طرف نگاہ ڈالی تو وہ ہمیں دیکھ لیں گے۔ تو اِس پر آپ ﷺ نے کہا: ((ما ظنک یا أبا بکر باثنین اللّٰہ ثالثهما)) ''اے ابوبکر! تمہارا ان دو لوگوں کے متعلق کیا خیال ہے کہ جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہو'' (متفق علیہ) اور عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((لو أنکم توکلتم علی اللّٰہ حق توکلہ، لرزقکم کما یرزق الطیر، تغدوا خماصاً وتروح بطانا.)) ''اگر تم اللہ پر اس طرح توکل کرو جیسا کہ توکل کرنے کا حق ہے تو اللہ تمہیں اس طرح رزق دے گا جیسے وہ پرندوں کو رزق دیتا ہے۔ صبح کو ان کا پیٹ خالی ہوتا ہے اور جب وہ واپس لوٹتے ہیں تو ان کا پیٹ بھرا ہوا ہوتا ہے'' (حاکم، ابن حبان)

توکل اختیار کرنے اکا مطلب یہ نہیں کہ اسباب کو ترک کر دیا جائے اور ایک شخص بس بے عملی اختیار کر لے۔ رسول اللہ ﷺ اللہ پر توکل کرتے تھے اور اسباب و ذرائع کو بھی اختیار کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے کفار کے خلاف مقدور بھر قوت کو تیار کیا، آپ ﷺ نے جنگِ بدر کے موقع پر بدر کے کنوؤں کو خالی کر دیا تاکہ مشرکینِ مکہ اس پانی سے استفادہ نہ کر سکیں، جنگِ خندق کے موقع پر آپ ﷺ نے دشمن سے بچاؤ کے لیے مدینہ کے گرد خندق کھودی، آپ نے صفوان سے زرہیں اُدھار پر حاصل کیں، اور جنگِ خیبر کے موقع پر دشمنوں کی پانی کی سپلائی کو منقطع کر دیا۔ جب آپ ﷺ مکہ کو فتح کرنے کے لئے جا رہے تھے تو آپ ﷺ نے پوری کوشش کی کہ قریش کو آپ ﷺ کے ارادے کی خبر نہ پہنچے اور آپ ﷺ مکہ میں اس حالت میں داخل ہوئے کہ آپ ﷺ نے دوہری زرہ پہن رکھی تھی۔ آپ ﷺ نے اس آیت کے نازل ہونے سے قبل اپنی حفاظت کے لئے ایک محافظ معمور کر رکھا تھا: ﴿وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ ''اور اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا'' یہ سب اسباب کو اختیار کرنے کی مثالیں ہیں۔

تاہم اسباب اختیار کرنا اور صرف اللہ ہی پر توکل کرنا دو مختلف موضوعات ہیں اور دونوں کے دلائل مختلف ہیں۔

اور مذکورہ بالا اونٹ والی حدیث توکل سے متعلق نہیں بلکہ اس حدیث کا موضوع اسباب کو اختیار کرنا ہے۔ اس حدیث میں جب وہ بدو یہ سمجھا کہ توکل سے مراد اسباب کو نظر انداز کرنا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے اس بدو کو اس بات کی تعلیم دی کہ توکل کا مطلب یہ نہیں کہ اسباب کو ترک کر دیا جائے۔ تاہم اس حدیث کا مفہوم یہ ہرگز نہیں کہ اسباب کا موجود ہونا توکل کے لیے شرط ہے اور اللہ پر توکل کا انحصار اسباب و ذرائع کے میسر ہونے پر ہے۔ بلکہ مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ کسی کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے اسباب اختیار کریں اور یہ بھی ضروری ہے کہ ان کا توکل صرف اللہ کی ذات پر ہو۔

اگرچہ ایسا کوئی مسلمان ایسا نہیں جو اللہ پر توکل سے انکار کرے لیکن توکل کی اسلامی فکر کو سمجھنے میں ایک مغالطہ پیدا ہو چکا ہے اور اسے اس طرح لیا جاتا ہے کہ "کوشش کرو پھر اللہ پر توکل کرو" اور فوراً اس حدیث کو پیش کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اونٹ کو باندھو اور توکل کرو"۔ یعنی یہ مفہوم دینے کی کوشش کی جاتی ہے کہ گویا توکل کا انحصار اسباب اور کوشش پر ہے۔ اور یوں توکل کو محض ایک رسمی سی چیز بنا دیا جاتا ہے اور اس مفہوم کا ایک مسلمان کی شخصیت پر کوئی اثر نہیں ہوتا، خواہ وہ اس بات کا دعویٰ کرے کہ اس نے توکل کیا ہے۔

ماضی میں مسلمان توکل کے مفہوم سے بخوبی واقف تھے اور وہ اللہ پر ہی بھروسہ رکھتے تھے۔ اس لیے انہوں نے ایسے عظیم کام سرانجام دیے کہ دنیا آج بھی ورطۂ حیرت میں گم ہے۔ یہ ان مسلمانوں سے مختلف تھا، جو اُن کے بعد آئے، خاص طور پر جب مادہ پرستی غالب آ گئی۔ انہوں نے توکل کے صحیح تصور سے انحراف کیا۔ پس توکل اور بھروسہ بے مقصد الفاظ بن کر رہ گئے جو ان کی زندگی میں اور عقلی طور پر کوئی حقیقت نہیں رکھتے تھے۔ چنانچہ اسباب پر بھروسہ کرنے کو نقطۂ نظر بنا لیا گیا اور اسباب کی موجودگی کو توکل کے لیے شرط سمجھنا شروع کر دیا گیا۔ نتیجتاً جوش پھیکا پڑ گیا، جذبات سرد ہو گئے اور زندگی کے متعلق نگاہ کا دائرہ تنگ ہو گیا۔ مسلمان کمزور پڑ گئے اور انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ ان کی طاقت محدود ہے اور وہ اتنا ہی حاصل کر سکتے ہیں جتنا بظاہر ممکن ہے۔

جب انسان اپنی طاقت کو صرف انسانی طاقت تک محدود کر لے تو وہ کوئی عظیم کارنامہ سرانجام دینے کے بارے میں سوچ نہیں سکتا۔ کیونکہ اگر ہم صرف انسانی صلاحیتوں کی طرف دیکھیں تو ہم دیکھ سکتے ہیں کہ یہ محدود ہیں۔ لہٰذا اگر انسان صرف اپنی طاقت کو مدنظر رکھے اور اس کے مطابق ہی عمل کرے تو پھر وہ کوئی عام مقصد کو کرنے میں بھی کمزوری محسوس کرتا ہے۔ تاہم اگر انسان یہ یقین رکھتا ہو کہ انسانی طاقت کے علاوہ بھی ایک اور طاقت ہے جو لامحدود ہے جس کے لیے کوئی چیز ناممکن نہیں اور جسے اسباب و ذرائع کی حاجت نہیں اور وہ میری مدد کرے گی، تو اس طاقت پر انحصار انسان کو ایک عظیم کام کرنے کی طرف آمادہ کرے گا جو بظاہر اُس کی طاقت سے ماوراء ہو۔ اور وہ ایسے اعمال بھی کر گزرے گا جن کے بارے میں وہ یہ سوچتا تھا کہ وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اللہ پر توکل امتِ مسلمہ کے اسلامی افکار کا بہت اہم جزو ہے۔ مسلمان اپنی عظمت کا مقام حاصل کرنے کے لیے اور شان و شوکت حاصل کرنے کی بھرپور کوشش نہیں کریں گے، جب تک وہ اللہ پر توکل کے صحیح مطلب کو سمجھ نہیں لیتے کہ انہیں ہر حال میں اللہ پر پورا بھروسہ رکھنا ہوگا۔

• • •

بقیہ صفحہ نمبر 2 سے

درسِ قرآن الکریم

وجہ سے اللہ سے ناامید ہو جائے اور یہ سمجھنا شروع ہو جائے کہ اب اس کی بخشش ناممکن ہے، بلکہ یہ ایک گناہِ کبیرہ ہے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے کہا: "اے اللہ کے رسول ﷺ بڑے گناہ کونسے ہیں؟" آپ ﷺ نے جواب دیا:

((الشرک باللہ ، والأیاس من روح اللہ ، والقنوط من رحمۃ اللہ))

"اللہ کے ساتھ شرک کرنا، اللہ کی قدرت سے مایوس ہو جانا اور اللہ کی رحمت سے ناامید ہو جانا" (الھیثمی نے کہا کہ یہ حدیث البزار اور الطبرانی نے بیان کی ہے۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ السیوطی اور العراقی نے بھی اس حدیث کو حسن قرار دیا)

• • •

اللہ کا وعدہ

مفتی عمیر

وہ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ
خلافت کی جو تم اکثر
ہمیں باتیں سناتے ہو
ذرا یہ بھی بتا دو
خلافت آئے گی کس دن؟
خلافت کیسے آئے گی؟
خلافت کون لائے گا؟
میں اُن سے اتنا کہتا ہوں
رضائے حق کو نہ ہی روک پائیں ہیں
نہ کوئی روک پائے گا
یہ تو اللہ کا وعدہ ہے
بہت ہی جلد
اسے اللہ نبھائے گا

اللہ کے دوست

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اللہ کے کچھ ایسے بندے ہیں جو نہ تو نبی ہوں گے اور نہ ہی شہدا لیکن قیامت کے دن شہدا اور انبیاء اللہ کے ساتھ ان کے قرب اور درجات پر رشک کریں گے۔ (یہ سن کر) ایک اعرابی دوزانوں ہوا اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمیں ان کی صفات اور حلیے کے بارے میں آگاہ فرمائیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ مختلف لوگوں میں سے ہوں گے اور قبیلوں سے جدا ہوں ہوں گے۔ وہ اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے دوستی کریں گے اور اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کریں گے۔ اللہ قیامت کے دن ان کے لئے نور کے منبر بنائے گا۔ لوگوں کو اس دن خوف ہوگا لیکن وہ بے خوف ہوں گے۔ وہ اللہ کے دوست ہوں گے جنہیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے"

• • •

جمہوریت اور آمریت ایک ہی سکے کے دو رخ

مسلمانوں کو کولہو کے بیل کی طرح جمہوریت سے آمریت اور آمریت سے جمہوریت کے چکر سے نکل آنا چاہیے

نوید بٹ
navid.butt@yahoo.com

ایک بار پھر استعمار نے پاکستان پر اپنی گرفت مضبوط رکھنے کے لئے الیکشن کا ڈرامہ رچایا۔ عوام کو یہ تأثر دیا گیا کہ گویا جمہوریت کے ذریعے پاکستان کے عوام کے تمام مسائل حل ہونے والے ہیں اس لئے عوام کو چاہئے کہ وہ اس نظام میں بھرپور حصہ لے کر اس کو تقویت فراہم کریں۔ آیئے اس امر کا جائزہ لیں کہ آیا جمہوریت اور آمریت میں کوئی فرق ہے؟ اور کیا ووٹ کے ذریعے ہم اپنے حالات بدل سکتے ہیں۔ نیز اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ آیا اس نظام میں ووٹ ڈالنا شرعاً حلال ہے یا حرام!!

اس حقیقت سے سب آگاہ ہیں کہ پاکستان ایک خودمختار ریاست نہیں۔ استعمار خصوصاً امریکہ دنیا کی واحد مسلم ایٹمی طاقتور ریاست کو غلام بنائے ہوئے ہے۔ امریکہ دیگر ذرائع کے علاوہ اپنے استعماری سرمایہ دارانہ نظام کے نفاذ کے ذریعے اس غلامی کو یقینی بناتا ہے۔ اس سرمایہ دارانہ نظام کو نافذ کرنے کے لئے امریکہ نے کبھی جمہوریت اور کبھی آمریت کا سہارا لیا۔ جب بھی امریکہ نے محسوس کیا کہ عوام جان چکے ہیں کہ جمہوریت ان کے مسائل حل کرنے سے قاصر ہے اور وہ جمہوری حکومتوں سے متنفر ہو چکے ہیں تو انہوں نے عوامی غم و غصہ کو زائل کرنے کے لئے وقتی طور پر ڈکٹیٹروں کو استعمال کیا۔ اور جب آمریتوں سے بھی عوام بیزار ہو گئے تو دوبارہ جمہوریت کو عوام کی آخری امید کی طور پر پیش کیا جاتا رہا۔ چنانچہ استعمار نے عوام کو کولہو کے بیل کی طرح جمہوریت سے آمریت اور آمریت سے جمہوریت کے چکر میں ہی مصروف رکھا تاکہ انہیں اس بات پر توجہ دینے کا موقع ہی نہ مل سکے کہ یہ دونوں نظام استعمار کے مفادات کو تحفظ دینے کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔

گزشتہ ساٹھ سالوں کے دوران پاکستان میں جمہوری حکمران ہو یا آمر، ایک خاص طبقہ، جو استعمار کی چاکری کے لئے دین اور دنیا کو نیلام کرنے کے لئے تیار تھا، ہمیشہ مراعات حاصل کرتا اور ہماری گردنوں پر سوار رہا۔ آمر آئے یا جمہوری نظام کے ذریعے ایک عوامی نمائندہ، دونوں طرز حکومت کے دوران عنان اختیار اُسی ایک فیصد طبقے کے پاس مرکوز رہا۔ لہٰذا ہم نے دیکھا کہ ایوب خان کو ذوالفقار علی بھٹو نے، ضیاء الحق کو اسلامی جماعتوں اور نواز شریف نے اور مشرف کو ق لیگ اور سیکولر طبقے نے ہی ملک چلانے میں مدد فراہم کی۔ چنانچہ یہ کہنا کہ آمریت میں صرف فوج حکومت کرتی ہے قطعاً غلط ہے اور حکومت سیاستدانوں کی مدد کے بغیر نہیں ہوا کرتی۔

نیز یہ بھی واضح رہے کہ پاکستان کی تاریخ میں جمہوری دور ہو یا آمر کی حکومت دونوں ادوار میں محض سرمایہ دارانہ نظام ہی نافذ رہا۔ معاشی سطح پر سود اور نج کاری سمیت سرمایہ دارانہ نظام کے معاشی اصول ہی نافذ رہے جس کی وجہ سے امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہوتا چلا گیا۔ آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی شرائط دونوں طرز حکومت میں نافذ العمل رہیں جس کے ذریعے استعمار نے ملک کو مقروض بنا کر مغرب کا معاشی غلام بنا دیا۔ عدالتی نظام گورے کے چھوڑے ہوئے نو آبادیاتی قوانین کے تحت ہی چلتا رہا جو عوام کو انصاف دینے کی بجائے انہیں سالہا سال کی عدالتی کاروائیوں میں الجھا دیتا ہے جس سے جرائم پیشہ عناصر کو عبرت حاصل کرنے کی بجائے جرم کرنے کی شہ ملتی ہے۔ معاشرتی نظام جو معاشرے میں مرد و زن کے تعلقات کو استوار کرتا ہے دونوں ادوار کے دوران آزادیوں کی مغربی سوچ پر ہی مبنی رہا جس کی بنیاد پر حال ہی میں ہائی کورٹ نے دو عورتوں کی آپس میں شادی کو یہ کہہ کر جائز قرار دے دیا ہے کہ آئین اس عمل کو جرم قرار نہیں دیتا۔ آمریت ہو یا جمہوریت پاکستان کی خارجہ پالیسی، دعوت اور جہاد کے اسلامی اصول کی بجائے، اقوام متحدہ کی قراردادوں اور ''ملکی مفاد'' کے اصولوں پر ہی چلائی جاتی رہی۔ یہ اور بات ہے کہ امریکی مفاد ہی ہمیشہ ہمارا ''ملکی مفاد'' ٹھہرا۔ اسی طرح ان دونوں ادوار میں طبقاتی نظام تعلیم اور سیکولر افکار پر مبنی

نصاب ہی ہمارے بچوں کے اذہان کو پراگندہ کرتا رہا۔ نیز حکومتی نظام میں فیڈرل پارلیمانی نظام ہی وہ فریم ورک تھا جس کے مطابق ایک آمر اور ایک منتخب شدہ حکمران نے حکومت کی۔ چنانچہ اگر مندرجہ بالا سرمایہ دارانہ نظام، جس کی بدولت عوام کے امور کی دیکھ بھال کی جارہی ہے تبدیل نہ ہوا اور ایک آمر کی جگہ بس ایک منتخب حکمران لے لے تو ایک عام شہری کی زندگی میں کوئی خاطر خواہ تبدیلی رونما نہیں ہوسکتی۔ ماضی میں ہم نے دیکھا کہ وہ تمام ظالمانہ قوانین جو امریکہ ایک آمر کے ذریعے بناتا تھا اسے آنے والی ہر پارلیمنٹ اپنی دو تہائی اکثریت کے ذریعے قانونی تحفظ فراہم کردیتی تھی۔ لہٰذا آمریت ہو یا جمہوریت اس میں انسان کے پاس قانون سازی کا اختیار ہونا ہی درحقیقت استعمار کو یہ موقع فراہم کرتا ہے کہ وہ ہمیں ایسے قوانین بنا کر غلام بنائے جو محض استعمار کے مفادات ہی کا تحفظ کرتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ آمریت میں ایک شخص کو خریدنا پڑتا ہے جبکہ جمہوریت میں پارلیمنٹ کے اکثریتی گروہ کو۔ یہی وجہ ہے کہ آمریت اور جمہوریت ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں اور اس نظام میں ووٹ ڈال کر تبدیلی کی توقع کرنا خام خیالی ہے۔

جہاں تک اس جمہوری نظام میں ووٹ ڈالنے کی شرعی حیثیت کا تعلق ہے تو اس کی تفصیلات درج ذیل ہیں:

ووٹ ڈالنا محض اپنا وکیل یا نمائندہ چننے کا ایک اسلوب ہے۔ اسلام کسی بھی حلال عمل کے لئے اپنا ایجنٹ، نمائندہ یا وکیل چننے کی اجازت دیتا ہے۔ لیکن اگر یہ وکیل کسی حرام عمل کے لئے چنا جارہا ہو تو پھر اس چناؤ کا عمل بھی حرام ہی ٹھہرے گا۔ مثلاً ایک قطعہ اراضی کو بیچنے کے لئے ایک شخص اپنے دوست یا کسی بھی عاقل، بالغ مسلمان کو وکیل بنا سکتا ہے اور وکالت کا یہ عقد شرعی طور پر جائز تصور کیا جائیگا۔ لیکن اگر ایک شخص اسی دوست یا معتمد شخص کو شراب بیچنے یا کسی کو دھوکہ دینے کے لئے اپنا وکیل یا نمائندہ بناتا ہے تو یہ عقد شرعی طور پر حرام قرار پائیگا کیونکہ یہ عقد ایک حرام عمل کو سرانجام دینے کے لئے کیا جارہا ہے۔ موجودہ جمہوری نظام میں ووٹ ڈالنے کا بھی یہی معاملہ ہے۔ پاکستان کے جمہوری نظام کے مطابق عوامی نمائندے قانون ساز اسمبلی میں جا کر قانون سازی کرتے ہیں جو کہ ایک حرام عمل ہے۔ ایسے میں ان کو اپنا نمائندہ بنانا یا انہیں اسمبلیوں تک پہنچانے کے لئے ان کی معاونت کرنا بھی حرام عمل ہے۔ آج اسمبلی میں بیٹھے عوامی نمائندوں کے پاس حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنانے کا مکمل اختیار ہے۔ جس کا مظاہرہ ہم حدود آرڈیننس میں تبدیلی اور سترھویں ترمیم کے ذریعے امریکہ کو افغانستان میں مدد فراہم کرنے کی شکل میں ملاحظہ کرچکے ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے قانون سازی کا اختیار اپنے سوا کسی اور کو تفویض نہیں کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلاَّ لِلّهِ﴾ ''حکم تو صرف اللہ ہی کے لیے ہے'' (سورة یوسف:40)

رسول اللہ ﷺ نے بھی انسان کو قانون سازی کے منصب پر فائز کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے نیز آپ ﷺ نے اس امر کو بھی حرام ٹھہرایا ہے کہ عوام انسانوں کے وضع کردہ حلال وحرام کے دائرہ کی اتباع کریں۔ آپ ﷺ نے اسے ایمان اور کفر کا معاملہ قرار دیا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب آپ ﷺ نے قرآن کی آیت ﴿اتَّخَذُواْ أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَاباً مِّن دُونِ اللّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُواْ إِلاَّ لِيَعْبُدُواْ إِلَـهاً وَاحِداً لاَّ إِلَـهَ إِلاَّ هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ ''ٹھہرالیا انہوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو خدا، اللہ کو چھوڑ کر اور مسیح ابن مریم کو بھی اور ان کو حکم یہی ہوا تھا کہ بندگی کریں ایک معبود کی، کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا وہ پاک ہی ان کے شریک بتلانے سے'' (سورہ توبة: 31) تلاوت فرمائی تو عدی ابن حاتم طائی نے، جو اس وقت تک عیسائی تھے اعتراض اٹھایا کہ عیسائیوں نے کبھی اپنے راہبوں اور مشائخ کی پرستش نہیں کی۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں (انہوں نے ان کی پرستش کی)، ان (راہبوں) نے حلال کو حرام بنالیا اور حرام کو حلال بنالیا اور (لوگوں) نے ان کی اتباع کی۔ یہی ان کو معبود بنانا ہے''۔ اس پر عدی ابن حاتم طائی مسلمان ہوگئے۔ چنانچہ جو اللہ کی بجائے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنے والا ہو درحقیقت اپنے آپ کو خدا کے مرتبے پر فائز کررہا ہوتا ہے اور وہ لوگ جو ایسے میں ان کی اتباع کرتے ہیں درحقیقت انہیں خدا کا درجہ دے رہے ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہ معاملہ کوئی معمولی معاملہ نہیں یہ ایمان اور کفر کا معاملہ ہے!! ایسے میں وہ تمام لوگ جو ان ''خداؤں'' کو ووٹ دے کر یا پیسہ فراہم کرکے یا کسی بھی نوعیت کی مدد دے کر انہیں پارلیمنٹ میں قانون سازی کرنے کے لئے معاون ثابت ہوتے ہیں درحقیقت ایک گناہِ عظیم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ قرآن واضح انداز میں برائی کی معاونت کرنے سے منع فرماتا ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَتَعَاوَنُواْ عَلَى الْبرِّ وَالتَّقْوَى وَلاَ تَعَاوَنُواْ عَلَى الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُواْ اللّهَ إِنَّ اللّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ ''اور آپس میں مدد کرو نیک کام پر اور پرہیزگاری پر اور مدد نہ کرو گناہ پر اور ظلم پر اور ڈرتے رہو اللہ سے بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے'' (سورة المائدہ: 2)

لہٰذا واضح ہوا کہ موجودہ نظام میں ووٹ ڈال کر ایسے حکمران چننا جو کفر سے حکومت کریں یا ایسے نمائندے چننا جو اسمبلیوں میں جا کر قانون سازی کے عمل میں حصہ لیں شرعاً حرام ہے کیونکہ یہ کفر کے نفاذ یا قانون سازی جیسے حرام عمل میں معاونت کرنے کے ضمن میں آئیگا۔ اس سے قطع نظر کہ ان کی نیت قانون سازی کے بارے میں کیا ہے۔ یعنی چاہے وہ امیدوار اسمبلی میں جا کر اسلامی احکامات کی قانون سازی کا خواہاں ہو یا اس کے خلاف۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جمہوری نظام میں قانون سازی کرنے کا طریقہ کار ہی خلاف شریعت ہے جس میں اللہ کے قوانین کو بھی عوامی اکثریت کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے اور اگر اکثریت قبول کر لے تو اللہ کے حکم کو ملکی قانون بننے کا ''شرف'' حاصل ہوتا ہے اور اگر ایسا نہ ہوسکے تو پھر اللہ کے قانون پر کفر کے قانون کو ترجیح دی جاتی ہے۔ مغربی جمہوریت کی طرح پاکستان میں رائج نام نہاد اسلامی جمہوریت میں بھی اللہ کا حکم صرف اسی وقت ملکی قانون بنتا ہے جب پارلیمنٹ کی باشرع اکثریت اس کی اجازت دے دے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستانی آئین میں بھی حقیقی حاکمیت اعلیٰ اور قانون سازی کا سرچشمہ اللہ کی شریعت نہیں بلکہ انسانِ فانی ہے۔

البتہ صرف ایک صورت میں موجودہ جمہوری نظام میں ووٹ ڈالنے کی اجازت ہوسکتی ہے۔ اور وہ صورت یہ ہے کہ جب ایک امیدوار علی الاعلان اس بات کا اظہار کرے کہ وہ اس جمہوری نظام کو کفر سمجھتا ہے اور وہ اسمبلی میں جا کر کسی قسم کی قانون سازی نہیں کریگا اور نہ ہی ایسے شخص کے انتخاب میں حصہ لے گا جو قانون سازی کرے۔ نیز یہ کہ اسمبلی میں جانے کا مقصد محض اس کفریہ نظام کے خلاف کلمۂ حق بلند کرنا اور حکمرانوں کا محاسبہ کرنا ہے۔ اس اعلان کے بعد اب وہ مسلمانوں سے ووٹ کا مطالبہ کرسکتا ہے۔ نیز

عوام کا ووٹ ڈال کر اسے اپنے نمائندے کے طور اسمبلی میں بھیجنا شرعاً حلال ہوگا جو ان کا وکیل بن کر اسمبلی میں اس کفر نظام کے خلاف آواز بلند کریگا اور حکمرانوں کا محاسبہ کریگا۔ لیکن جہاں تک عملی صورت حال کا تعلق ہے تو آج کوئی بھی منتخب شدہ نمائندہ اس وقت تک اسمبلی کا ممبر نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ اس آئین کی پاسداری کا حلف نہ اٹھائے جو کفر پر مبنی ہے۔ لہٰذا اسلام کی رو سے اس قانون ساز اسمبلی کا حصہ بننے کی عملاً کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی ہے۔

جہاں تک اسلامی نظام یعنی خلافت میں خلیفہ کا چناؤ یا مجلس امت میں عوامی نمائندوں کے چناؤ کا تعلق ہے تو اس کی شرعی حیثیت جمہوری نظام میں ووٹ ڈالنے سے مختلف ہے۔ اسلامی نظام حکومت میں خلیفہ یا عوامی نمائندے قانون سازی کرنے کے مجاز نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن وسنت میں انسانی زندگی سے متعلق تمام معاملات میں قانون سازی پہلے سے ہی کردی ہے۔ خلیفہ محض ان قوانین کو نافذ کرنے کا پابند ہوتا ہے۔ چنانچہ نظام خلافت میں اقتصادی نظام، حکومتی نظام، معاشرتی نظام، عدالتی نظام، تعلیمی پالیسی اور خارجہ پالیسی کے نہ صرف اصول بلکہ تفصیلی احکامات قرآن وسنت سے اخذ کئے جاتے ہیں، جنہیں خلیفہ محض نافذ کرتا ہے، ان پر جمہوری نظام کے برخلاف کسی قسم کی رائے شماری یا اکثریتی یا اقلیتی رائے کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا۔ نیز ان میں خلیفہ یا مجلس امت (مجلس شوریٰ) اپنی مرضی سے کسی قسم کی تبدیلی یا ردوبدل نہیں کر سکتے۔ رہی بات مباح معاملات، انتظامی قوانین یا اسالیب (procedures) کی تو یہ قانون سازی (legislation) سے مختلف ہیں کیونکہ ان امور کو شارع (اللہ) نے پہلے ہی حلال قرار دے کر ان کے بارے میں قانون سازی کردی ہوئی ہے۔ حکومت فقط یہ فیصلہ کرتی ہے کہ آیا ان حلال امور کو ان مخصوص حالات میں اختیار کیا جائے یا نہیں۔ چنانچہ مباح امور میں انسان کو اللہ کی طرف سے تفویض کردہ اس اختیار کو ہرگز قانون سازی کا اختیار نہیں سمجھنا چاہئے۔

لہٰذا اسلامی نظام حکومت میں سود کی حرمت کا معاملہ ہو یا زکوٰۃ کی فرضیت کا، انہیں ملکی قوانین بننے کے لئے عوامی اکثریت کی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ ہی انہیں کسی بل کی صورت میں مجلس امت کے سامنے رائے شماری کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ اسی طرح یہ مسئلہ کہ امریکہ کی ''دہشت گردی'' کے خلاف جنگ میں حصہ لیا جائے یا اس سے احتراز کیا جائے، خلافت کے نظام میں زیر بحث نہیں آسکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قوانین پہلے ہی مسلمانوں کے قتل عام میں کافروں کا ساتھ دینے کی اجازت نہیں دیتے اور اس کے لئے شریعت کا قانون چودہ سو سال قبل سے موجود ہے۔ نیز یہ معاملہ کہ آیا تیل، گیس، معدنیات وغیرہ ملٹی نیشنل کمپنیوں کو نجکاری کے نام پر بیچے جاسکتے ہیں یا نہیں، خلیفہ یا عوامی نمائندوں کی صوابدید پر نہیں چھوڑا گیا کیونکہ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے احکامات پہلے ہی سے موجود ہیں کہ عوامی اثاثہ جات ذاتی یا نجی ملکیت میں نہیں دئے جاسکتے۔ چنانچہ یہ اور ان جیسے دیگر قوانین کو خلیفہ محض نافذ کرنے کا پابند ہوتا ہے ان پر بحث وتمحیص یا رائے شماری نہیں کرائی جاسکتی۔ خلافت کے نظام میں عوامی نمائندوں کے ذمے محض خلیفہ کا محاسبہ کرنا، اسے مشورہ دینا اور خلیفہ کی معزولی یا وفات کی صورت میں نیا خلیفہ چننا ہوتا ہے۔ چونکہ خلافت کے نظام میں خلیفہ اور عوامی نمائندوں کی ذمہ داریاں اور اعمال حلال ہیں اور ان کی نوعیت جمہوریت سے مختلف ہے اس لئے عوام کے لئے شرعاً حلال اور جائز ہے کہ وہ ان کے چناؤ کے لیے ووٹ ڈالیں۔

اگر عوام اس آمریت اور جمہوریت کی میوزیکل چیئرز کو بند کرنا چاہتے ہیں اور اگر وہ کوہلو کے بیل کی طرح آمریت کے گڑھے سے جمہوریت کی دلدل تک چکر لگانے کی بجائے حقیقی اسلامی تبدیلی چاہتے ہیں تو پہلے انہیں اس نظام کو مسترد کرنا ہوگا۔ اس کفریہ نظام سے برأت کا اظہار کرنے کا مؤثر ترین طریقہ یہ ہے کہ وہ ہر اُس نام نہاد الیکشن، جو اس کفر نظام کے تحت ہو، کا بائیکاٹ کردیں! عوام کو چاہئے کہ اس نظام سے لاتعلقی کا زوردار طمانچہ مشرف اور امریکہ کے منہ پر دے ماریں اور انہیں بتادیں کہ مسلمان آمریت کی طرح غلامی کی اس دوسری شکل یعنی جمہوریت کو بھی قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ تاکہ مشرف سمیت امریکہ جان لے کہ پاکستان کی خاموش اکثریت اس نظام کو مسترد کرتی ہے اور ایک متبادل نظام کی خواہشمند ہے۔ ایک ایسا متبادل نظام جو اسلامی عقیدے سے نکلتا ہو اور جس پر ان کا ایمان ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں ایسے لوگوں کو بھی خبردار کرنا چاہیے جو اس نظام کا حصہ بنتے ہیں کہ وہ 'ارباب من دون اللہ' (اللہ کے سوا خدا بننا) بن کر اللہ کے غیظ وغضب کے سزاوار نہ بنیں۔

آج کے مسائل کا حل یہ نہیں کہ اس استعماری نظام کو برقرار رکھتے ہوئے محض اس کو چلانے کے لئے نئے چہرے تلاش کئے جائیں بلکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسے متبادل نظام کی طرف لوٹا جائے جو نہ صرف اس دنیا میں ہمارے مسائل حل کرے بلکہ آخرت میں ہماری نجات کا باعث بھی بنے۔ بے شک وہ نظام وہی ہے جسے آپ ﷺ نے خود مدینہ میں اپنے اقتدار کے دوران نافذ فرمایا اور اس کے بعد خلفاء راشدین بھی اسی نظام پر کاربند رہے۔ اور جس کے نفاذ سے نہ صرف مسلمان بلکہ دنیا بھر کے لوگ صدیوں تک سکھ کا سانس لیتے رہے۔

جہاں تک سیاسی پارٹیوں کا تعلق ہے تو میں انہیں متنبہ کرنا چاہوں گا کہ وہ اس کفریہ نظام میں قانون سازی کر کے گناہ عظیم کے مرتکب نہ ہوں۔ میں انہیں خبردار کرنا چاہوں گا کہ کہیں وہ انجانے میں استعمار کے نظام کو برقرار رکھنے کے لئے اس کی بیساکھی نہ بن جائیں۔ انہیں چاہئے کہ خود علی الاعلان اس کفریہ نظام سے برأت کا اظہار کریں اور خلافت کے انعقاد کے لئے عوام کی قیادت اس منہج کے مطابق کریں جس کو آپ ﷺ اور صحابہ نے مکی زندگی کے دوران اختیار کیا جس کی اتباع آج بھی تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔

آخر میں اہل طاقت عناصر کو بھی یاددہانی کروانا چاہوں گا کہ ان پر مسلم امت میں طاقت کا حامل ہونے کے ناطے اسلام کے نفاذ کی ذمہ داری بدرجہ اولیٰ عائد ہوتی ہے۔ انہیں چاہئے کہ وہ خلافت کے قیام کے لئے حزب التحریر کو مدد ونصرت فراہم کریں۔ کیا وہ یہ نہیں چاہتے کہ یثرب کے انصار کے بعد انہیں ''انصار ثانی'' بننے کا اعزاز حاصل ہو؟ کیا ان میں موجود افراد اس عہد کے ''سعدؓ بن عبادہ'' اور ''سعدؓ بن معاذ'' بننے کے خواہش مند نہیں؟ ان اہل طاقت عناصر کو یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اگر وہ استطاعت رکھنے کے باوجود اللہ کے نظام کے لئے مدد ونصرت فراہم نہیں کریں گے تو روز آخرت میں انہیں اس کا حساب دینا ہوگا اور وہ دن بڑا کڑا دن ہوگا!!

• • •

اجتہاد: شرعی نصوص سے احکامات اخذ کرنے کا طریقہ نہ کہ انسانی عقل کی اختراع

انسانی کلوننگ کے بارے میں بھی احکامات قرآن وسنت میں موجود ہیں جنہیں بذریعہ اجتہاد اخذ کیا جاتا ہے (حصہ اوّل)

نوید بٹ

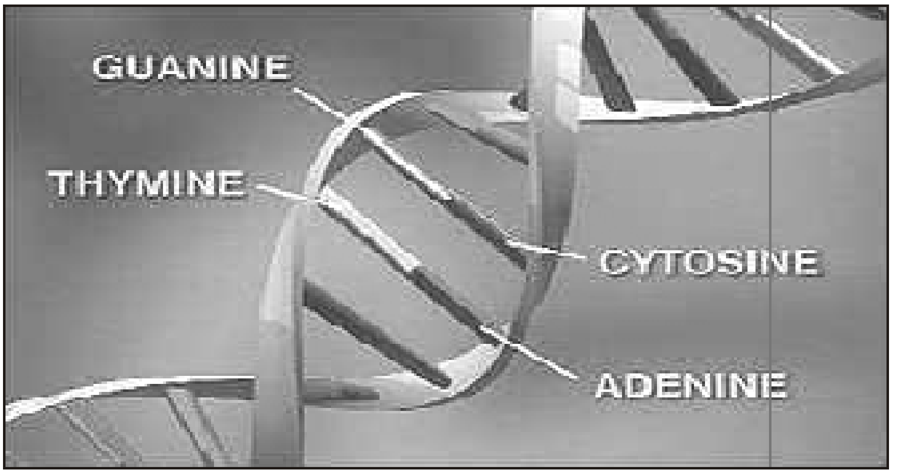

گذشتہ ایک دہائی سے جہاں امت کے ساتھ ساتھ باقی دنیا بڑی تعداد میں اسلام کی طرف راغب ہونا شروع ہوئی وہاں اسلام سمجھانے کی ''صنعت'' بھی اپنے عروج پر ہے۔ بدقسمتی سے اسلام کے افکار پر ہونے والی بحث اسلام کی واضح اور شفاف فکر پہنچانے کے بجائے امت کے افکار کو دھندلانے کا زیادہ سبب بن رہی ہے۔ انہیں میں سے ایک فکر اجتہاد کی ہے۔ اجتہاد کے بارے میں پچھلے کچھ عرصے سے ذرائع ابلاغ خصوصاً الیکٹرونک میڈیا میں ایک بحث جاری ہے۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ بحث امت کو اجتہاد کے مفہوم سے آگاہی تو کجا اسلام کی بنیادوں پر ضرب لگانے کی کوشش محسوس ہوتی ہے۔ اجتہاد پر بات کرنا ایک فیشن بن گیا ہے۔ خصوصاً وہ لوگ جو اسلام کو سرمایہ دارانہ کفریہ نظام کے ساتھ ہم آہنگ کرنا چاہتے ہیں، اجتہاد پر لیکچر دیتے نظر آتے ہیں۔ یوں یہ ''جدیدیت پسند'' (Modernists) آزادیاں، مساوات، سود وغیرہ پر ''اجتہاد'' کرتے ہیں اور ان کے ساتھ ''اسلامی'' کے سابقے اور لاحقے لگا کر امت کو موجودہ حالات اور نظام کو من وعن قبول کرنے کے لئے ذہنی اور فکری طور پر تیار کرتے ہیں۔ اجتہاد کے خوبصورت لبادے میں سرمایہ دارانہ بینکاری نظام اور اس کا سود، ایٹمی اسلحے کی تلفی، اقوام متحدہ اور ڈبلیو ٹی او جیسے اداروں میں شمولیت، مذہبی آزادی کے نام پر قادیانیت یا نصرانیت کی تبلیغ وغیرہ تمام غیر اسلامی اقدامات کو اسلامی رنگ دے دیا جاتا ہے۔ یہ جدیدیت پسند اجتہاد کے کاندھے پر رکھ کر بے راہ روی کی ایسی بندوق چلانا چاہتے ہیں جس کے بعد اسلام اور کفر میں کوئی تمیز باقی نہ رہے۔ 11 ستمبر 2001 کے بعد مفتی اور سپہ سالارِ پاکستان جناب جنرل مشرف'' نے ''مجتہد'' بش کے دئے اصولوں پر چل کر مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگ میں شامل ہونے کے لئے صلح حدیبیہ سے ''اجتہاد'' فرمایا تھا۔ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جہاد کے خاتمے سے متعلق جناب مشرف کا ''اجتہاد'' مرزا غلام احمد قادیانی کے ''اجتہاد'' سے حیرت انگیز طور پر مماثلت رکھتا ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کے لئے فتنۂ قادیانیت اور دین اکبری جیسے کسی نئے فتنے سے بچنے کے لئے اجتہاد کے بارے میں واضح سمجھ بوجھ کا ہونا نہایت ہی ضروری ہے۔

اس مضمون میں ہم پہلے اجتہاد کی حقیقت پر روشنی ڈالیں گے پھر ان تمام باطل افکار کا ایک ایک کر کے جائزہ لیں گے جو امت میں اجتہاد کے بارے میں دانستہ یا غیر دانستہ طور پر پھلائے جا رہے ہیں۔ مثال کے طور پر یہ کہ اجتہاد ان معاملات میں ہوتا ہے جس میں شریعت خاموش ہو یا وقت گزرنے کے ساتھ سود اور پردے جیسے مسائل میں نئے اجتہاد کر کے اسلام کو اکیسویں صدی کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنا چاہئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حالات بدلنے کی وجہ سے اب ساتویں صدی عیسوی کا ''دقیانوسی معاشرہ'' تشکیل نہیں دیا جا سکتا۔ نیز یہ غلط فہمی بھی پائی جاتی ہے کہ حکمران اجتہاد کر کے اسلامی حدود و قوانین کو وقتی طور پر معطل یا تبدیل کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔

اجتہاد کسے کہتے ہیں؟

جہاد کی طرح ''اجتہاد'' کے بھی دو معنی ہیں یعنی لغوی اور شرعی۔ لغت کی رو سے اجتہاد کے معنی کسی ایسے مسئلے کو سمجھنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرنے کا نام ہے جس کی تہہ تک پہنچنے کے لئے محنت و کوشش درکار ہو۔ جبکہ شریعت کے رو سے کسی بھی مسئلے کو سمجھنے اور پھر اس کے بارے میں شرعی مصادر سے غالب ظن کی بنیاد پر اللہ کا حکم اخذ کرنے میں تمام تر کوشش صرف کرنا یہاں تک کہ اس کے بعد اس مجتہد کے لئے اس مسئلے میں مزید کوشش اور محنت کرنا ممکن نہ ہو، اجتہاد کہلاتا ہے۔ چنانچہ قرآن، سنت، اجماع الصحابہ اور قیاس جیسے شرعی مصادر سے کسی بھی مسئلے کے بارے میں اللہ کے حکم کو اخذ کرنے کے عمل (process) کو اجتہاد کہتے ہیں۔ اجتہاد صرف اور صرف انہی مسائل میں ہو سکتا ہے جن کے بارے میں قرآن وسنت میں ظنی دلائل وارد ہوئے ہوں۔ ان تمام مسائل میں اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں جن کے بارے میں قرآن وسنت میں واضح اور قطعی دلائل موجود ہیں مثلاً شراب، سود، سور کی حرمت وغیرہ (قطعی اور ظنی دلائل کی تفصیل آگے آئے گی)۔

اجتہاد کے عمل (process) کے دو پہلو ہیں: اول مسئلے کی حقیقت کو سمجھنا جس کے لیے شرعی حکم درکار ہے، اس عمل کو 'تحقیقُ المَنَاط'' کہتے ہیں۔ مثلاً کلوننگ کیا ہے، پبلک اور پرائیویٹ لمیٹڈ کمپنیاں کن قوائد اور اصول کے تحت وجود میں آتی ہیں، بینکنگ کے نظام کی تفصیلات کیا ہیں وغیرہ۔ دوئم: اس مسئلے کے بارے میں قرآن و سنت میں اللہ کے وارد شدہ حکم کو تلاش کرنا۔ یعنی کلوننگ، پبلک اور پرائیویٹ لیمیٹڈ کمپنیوں وغیرہ کے بارے میں قرآن وسنت میں کیا دلائل وارد ہوئے ہیں۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ کسی بھی مسئلے کی حقیقت کو اچھی طرح سمجھنے کے بعد اس کے بارے میں قرآن اور سنت میں وارد اللہ کے احکامات کو غالب ظن کی بنیاد پر اخذ کرنے کے عمل کو اجتہاد کہتے ہیں۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اجتہاد کسی مجتہد کی اپنی پسند یا نا پسند پر مبنی نہیں ہوتا بلکہ یہ فقط قرآن اور سنت میں وارد شدہ اللہ کے احکامات کو **سمجھنے اور تلاش کرنے** کا نام ہے۔ اسی لئے ہر مجتہد مستنبط شدہ حکم کے لئے شرعی مصادر سے دلیل پیش کرنے کا پابند ہوتا ہے تا کہ دیگر علماء اور مقلدین اس حکم کی صحت کی جانچ پڑتال کرسکیں۔ چنانچہ ایک مجتہد کسی بھی مسئلے کے بارے میں قرآن وسنت، اجماع الصحابہ اور قیاس جیسے شرعی مصادر سے اللہ کے حکم تک رسائی حاصل کرتا ہے۔

گو کہ اسلام میں عیسائیت کی طرح مذہب پر چند افراد کی اجارہ داری کا کوئی تصور نہیں اور اللہ ہر مسلمان کو اسلام سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی دعوت دیتا ہے لیکن قرآن وسنت سے از خود احکامات استنباط کرنا ہر مسلمان کے لئے ممکن نہیں جب تک کہ وہ اس کی صلاحیت حاصل نہ کر لے۔ جس طرح ایک انگریزی پڑھنے والا فقط آئین یا پاکستان پینل کوڈ کو پڑھ کر قانونی ماہر نہیں بن جاتا اسی طرح فقط عربی کی تھوڑی بہت سمجھ یا قرآن اور حدیث کا ترجمہ پڑھ لینے سے انسان نصوص سے شرعی احکامات اخذ کرنے کی صلاحیت حاصل نہیں کر لیتا۔ اجتہاد کرنے کی شرائط اصولِ فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں۔ چنانچہ مجتہد وہ قانونی ماہر (legal expert) ہوتا ہے جو نصوص یعنی قرآن وسنت سے شرعی احکامات اخذ کرنے کی استعداد رکھتا ہو۔

اجتہاد صرف براہ راست عربی نصوص تک رسائی کے ذریعے ہی کیا جاسکتا ہے۔ شرعی نصوص (قرآن و حدیث) عربی زبان میں وارد ہوئے ہیں اور ان کے تراجم شرعی نصوص (قرآن وحدیث) نہیں کہلا سکتے کیونکہ ترجمہ نص کے صرف ایک مطلب ہی کو بیان کرتا ہے جو مترجم نے سمجھا ہو۔ چنانچہ کسی آیت یا حدیث کا ترجمہ دراصل اس آیت یا حدیث کے اس معنی کا ترجمہ ہے جو مترجم کو سمجھ میں آیا یا جسے اس نے دیگر مطالب میں زیادہ درست گردانا۔ مثال کے طور پر قرآن کی آیت ﴿أَوْ لَـٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ﴾ کے دو ممکنہ تراجم ہیں۔ وہ مترجم جو لفظ ''لمس'' کے معنی جماع کے لیتے ہیں وہ اس آیت کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں ''اور اگر جب تم نے اپنی عورتوں میں سے (کسی کے ساتھ) جماع کیا ہو''۔ جبکہ وہ مترجم جو 'لمس'' کے معنی مجرد 'ہاتھ لگانے'' کے کرتے ہیں تو وہ اس آیت کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں: ''اور اگر جب تم نے اپنی عورتوں کو ہاتھ لگایا ہو''۔ چنانچہ ترجمہ عربی نص کے تمام ممکنہ معنی محفوظ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ یہی وجہ ہے کہ اجتہاد کے عمل میں قرآن وحدیث کے اصل الفاظ (original text) کی بڑی اہمیت ہوتی ہے تا کہ مجتہد نص میں وارد شدہ تمام ممکنہ مطالب کو سامنے رکھتے ہوئے ان میں سب سے زیادہ درست معنی کو اختیار کر سکے۔ اسی لئے مجتہد کو عربی پر دسترس رکھنا لازمی ہے اور محض ترجمہ پڑھ کر اجتہاد ممکن نہیں۔

مزید برآں اجتہاد کچھ متعین اصولوں کی بنیاد پر کیا جاتا ہے جو کہ بذات خود شرعی نصوص اور عربی لغت اور گرائمر کے قوانین سے اخذ کئے جاتے ہیں۔ یہ متعین اصول، اصول الفقہ کہلاتے ہیں۔ یہ اصول ایک مجتہد کے لئے وہ ڈھانچہ (framework) مہیا کرتے ہیں جس کو بنیاد بنا کر ایک مجتہد ایک حدیث کو دوسری حدیث پر ترجیح دیتا ہے، آیات کی تفسیر کرتا ہے، احادیث کے ذریعے عام احکامات میں تخصیص کرتا ہے یا مطلق اور مقید کی تمیز کرتا ہے وغیرہ۔ انہی اصولوں میں تھوڑے بہت اختلاف کی وجہ سے مختلف مکاتب فکر (school of thought) جنم لیتے ہیں۔ احناف کے کئی اصول شوافع، حنابلہ اور مالکیوں سے مختلف ہیں اور اسی وجہ سے ایک ہی حدیث یا آیت سے یہ مکاتب فکر بعض اوقات مختلف حکم تک پہنچ جاتے ہیں۔ چنانچہ بعض اوقات اصولِ فقہ میں اختلاف مجتہدین کو ایک ہی مسئلے میں مختلف نتائج تک پہنچا دیتا ہے۔

ایک مجتہد کی شرائط میں فصیح عربی سے آگاہی، اصولِ فقہ سے آگاہی، قرآن کی تفسیر اور علم الحدیث پر دسترس وغیرہ کا ہونا لازمی ہے۔ ان قوائد کی سمجھ کے بغیر ایک شخص خود اجتہاد کرنا تو درکنار بعض اوقات کسی دوسرے کے اجتہاد کو سمجھنا بھی مشکل ہوتا ہے۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے کہ جیسے بنیادی سائنسی علوم کے بغیر نیوٹن کے قوانین حرکت (Laws of Motion) اور آئن سٹائن کی سپیشل تھیوری آف ریلیٹویٹی (Special Theory of Reletivity) نہیں سمجھے جاسکتے کجا یہ کہ ان پر تنقید کی جائے یا ان میں تبدیلی لائی جاسکے۔ لیکن افسوس آج کے جدیدیت پسند (modernist) ان بنیادی علوم کو سمجھے بغیر اپنی خواہشات اور استعماری احکامات پر کاربند ہو کر اسلام کا حلیہ بدلنے کے لئے نئے نئے ''فتوے'' دیتے نظر آتے ہیں۔

قرآن اور سنت، قانونی متن (legal text) ہیں جو نہایت ہی فصیح اور بلیغ ہونے کے ساتھ ساتھ عام (general) اور جامع (comprehensive) ہیں۔ آج کے دور میں ہونے والی کلوننگ کے بارے میں احکامات قرآن اور سنت میں موجود ہیں حالانکہ کوئی ایسی آیت یا حدیث نہیں ملتی جس میں ''کلوننگ'' کا لفظ استعمال ہوا ہو بلکہ جو چیز قرآن میں وارد ہوئی ہے وہ کلوننگ کی حقیقت یا اس طریقہ کار (process) کے بارے میں احکامات ہیں۔ اجتہاد کے طریقہ کار کو سمجھانے کے لئے اب ہم کلوننگ کے موضوع پر کئے گئے اجتہاد کو بطور نمونہ پیش کرتے ہیں۔

کلوننگ کیا ہے؟

اس سے قبل کہ ہم کلوننگ کے بارے میں کسی قسم کا شرعی حکم تلاش کریں ہمیں کلوننگ کے بارے میں مکمل اور صحیح معلومات حاصل کرنا نہایت ہی ضروری ہیں۔ اجتہاد کے عمل میں مسئلے کی حقیقت کو سمجھنا، جس کے بارے میں شریعت کا حکم درکار ہو، سب سے پہلا مرحلہ ہوتا ہے۔ اس عمل کو شرعی اصطلاح میں 'تحقیق المناط '' کہتے ہیں۔ ''مناط' یا مسئلے کی حقیقت کو سمجھے بغیر صحیح اجتہاد ممکن ہی نہیں۔ چنانچہ کلوننگ کی حقیقت یہ ہے کہ کسی جاندار

جیسے پودے، جانور یا انسان کی ہو بہو نقل بنانے کو کلوننگ کہتے ہیں۔ پس انسانی کلوننگ سے مراد ایک مخصوص طریقہ کار اپناتے ہوئے ایک انسان کی طرح کا ہو بہو دوسرا انسان بنانا ہے۔ کلوننگ میں ایک انسان کو مرد و زن کے ملاپ کے بغیر ایک ہی انسان کے خلیے سے پیدا کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ بجائے اس کے کہ 23 کروموسومز (chromosomes) مرد سے اور 23 کروموسومز عورت سے حاصل کر کے ایک بچہ وجود میں آئے، کلوننگ میں چھیالیس کے چھیالیس کروموسومز ایک ہی فرد کے خلیے سے نکال کر کسی بھی ماں کے رحم میں ڈال دئے جاتے ہیں جو ایک بچے کو جنم دیتی ہے۔ اس مخصوص طریقہ پیدائش کو انسانی کلوننگ کہتے ہیں۔

اس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ کسی مخصوص انسان کی نقل بنانے کے لئے اس شخص (مرد یا عورت) کے جسم کے کسی بھی حصہ سے ایک زندہ خلیہ (Cell) لیا جاتا ہے۔ سائنسدان اس خلیہ (Cell) سے اس کا مرکزہ (Nucleus) نکال لیتے ہیں جس میں اس شخص کے 46 مخصوص کروموسومز (chromosomes) ہوتے ہیں۔ چنانچہ سائنسدان اس حاصل شدہ مرکزہ (Nucleus) کو عورت کے بیضہ (Egg) کے مرکزہ (Nucleus) کی جگہ ڈال دیتے ہیں۔ بالفاظ دیگر سائنسدان عورت کے بیضہ میں موجود مرکزہ (Nucleus) نکال کر ضائع کر دیتے ہیں اور اس کی جگہ اُس مرد یا عورت کا مرکزہ ڈال دیتے ہیں جس کا کلون بنانا مقصود ہو۔ یہ بھی واضح رہے کہ یہ مرکزہ اس شخص کے جسم کے کسی بھی خلیہ سے حاصل کیا جاتا ہے سوائے اس کے جنسی خلیوں (Sexual Cells) کے۔ پھر اس تبدیل شدہ بیضہ (Egg) کو کسی بھی عورت کے رحم میں منتقل کر دیا جاتا ہے جہاں یہ نشو و نما کے فطری مراحل سے گزر کر نو ماہ بعد نوزائدہ بچہ بن جاتا ہے۔ کلوننگ کے اسی طریقے پر چل کر سائنسدان اب تک مختلف جانوروں کی کلوننگ کر چکے ہیں۔

لہذا اس عمل سے بننے والا بچہ اپنے چھیالیس کے چھیالیس کروموسومز صرف اس مرد یا عورت سے حاصل کرتا ہے جس کا مرکزہ (Nucleus) کلوننگ کے عمل میں استعمال کیا گیا ہو اور اسے اس عورت سے کوئی کروموسوم وراثت میں نہیں ملتے جس کا بیضہ (Egg) یا رحم (Womb) استعمال کیا گیا تھا۔ یہ کروموسومز ہی ہوتے ہیں جو ایک شخص کو دنیا کے تمام دیگر انسانوں سے ممتاز اور منفرد بناتے ہیں اور اس کے جسمانی خد و خال، ذہنی صلاحیت، شکل و شباہت وغیرہ متعین کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کلون بچے کی تمام موروثی خصوصیات اور خصلتیں ہو بہو اس شخص کی ہونگی جس کا مرکزہ (Nucleus) استعمال کیا گیا تھا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کلون بچہ تمام پیدائشی خواص میں وارث بنتا ہے نہ کہ ان خواص میں جو ایک انسان نے دوران زندگی اپنی محنت یا تجربہ سے حاصل کئے ہوں۔ پس اگر یہ مرکزہ (Nucleus) کسی بڑے پائے کے عالم، عظیم مجتہد یا نامور سائنسدان سے لیا جائے تو کلون نوزائیدہ بچے میں یہ خواص موجود نہ ہونگے کیونکہ یہ خواص دوران زندگی حاصل کئے گئے ہیں نہ کہ یہ لوگ پیدائشی طور پر عالم مجتہد یا سائنسدان تھے۔

جہاں تک قدرتی طریقہ پیدائش کا تعلق ہے تو اس میں مرد کے جنسی خلیے (Sperm) کا عورت کے جنسی خلیے (Egg) سے باہمی اختلاط عمل میں آتا ہے جن میں چھیالیس (46) کے بجائے تیئیس (23) تیئیس کروموسوم ہوتے ہیں۔ اس عمل سے بننے والے پہلے خلیہ یعنی زائی گوٹ (Zygote) میں دونوں جنسی خلیوں کے ملاپ سے چھیالیس (46) کروموسوم ہو جاتے ہیں۔ اس عمل کے ذریعے پیدا ہونے والا نومولود بچہ تیئیس کروموسوم مرد اور تیئیس کروموسوم عورت سے لیتا ہے۔ چنانچہ قدرتی پیدائش کے طریقے سے پیدا ہونے والے بچے کی خصوصیات والد اور والدہ دونوں کی جانب سے ہوتی ہیں۔ نیز بچوں کی آپس میں اور والدین کے ساتھ مشابہت بلحاظ قد، رنگت، خد و خال، ذہنی استعداد، قابلیت اور پیدائشی نفسیات مختلف درجے کی ہوتی ہے نتیجتاً ایک ہی والدین کے بچے آپس میں مکمل طور پر ایک جیسے نہیں ہوتے اور نہ ہی وہ اپنے والدین میں سے کسی ایک کی مکمل کاپی ہوتے ہیں۔ جبکہ کلوننگ کے دوران انسانی جسم کے عام خلیے (Cell) استعمال کئے جاتے ہیں نہ کہ جنسی خلیے (Sexual Cells) جس کی وجہ سے نوزائدہ بچہ اپنے تمام تر کروموسومز ایک ہی انسان سے لیتا ہے اسی لئے وہ اس کی مکمل کاپی ہوتا ہے۔

قدرتی افزائش نسل (Fertilization) نر اور مادہ دونوں کے جنسی خلیوں سے ہی ہوسکتا ہے جبکہ کلوننگ میں مرد کے بغیر بھی افزائش نسل ہو سکتی ہے اور مرد کے ساتھ بھی، کیونکہ اس میں عام انسانی خلیے استعمال ہوتے ہیں نہ کہ جنسی خلیے۔ مرد کے بغیر افزائش نسل کیلئے مرکزہ (Nucleus) عورت کے خلیہ سے حاصل کیا جاتا ہے۔ اس عمل سے پیدا ہونے والا بچہ اس عورت کی مکمل نقل ہوتا ہے جس سے مرکزہ اخذ کیا گیا تھا۔

کلوننگ کے عمل کی دریافت نے اللہ سبحانہ وتعالی کے ایک اور قانون سے پردہ اٹھایا ہے۔ یعنی انسانوں اور جانوروں کے غیر جنسی عام خلیوں سے بھی افزائش نسل ممکن ہے۔ پس کلوننگ کے عمل نے ثابت کیا کہ انسانوں اور جانوروں کا کوئی بھی خلیہ بچہ پیدا کرنے کی اہلیت رکھتا ہے۔

یہ تو تھی قدرتی پیدائش اور کلوننگ کے طریقہ کار کی تفصیل۔ ایک مجتہد ''تحقیق المناط'' (مسئلے کی حقیقت کو) سمجھنے کے بعد شرعی نصوص کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ وہ قرآن، سنت، اجماع الصحابہ اور قیاس میں اس مسئلے یا حقیقت کے بارے میں شارع کے خطاب کو تلاش کرتا ہے۔ قرآن کی کسی آیت یا رسول اللہ ﷺ کی کسی حدیث میں لفظ ''کلوننگ'' وارد نہیں ہوا لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ''کلوننگ'' کی حقیقت (جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں) کے بارے میں کوئی حکم وارد نہیں ہوا۔ پیدائش کے موضوع پر کئی آیات اور احادیث وارد ہوئی ہیں جن کا واضح اطلاق کلوننگ کے موضوع پر بھی ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل اور بحث درج ذیل ہے:

انسانی کلوننگ کے بارے میں قرآن وسنت سے دلائل:

انسانی کلوننگ، خواہ وہ مرد کی ہو یا عورت کی اس دنیا کی تباہی و بربادی کا موجب بنے گی، اس کے تباہ کن اثرات میں کوئی شک نہیں خواہ اس کا مقصد اچھی نسل کے بچے پیدا کرنا ہو، جو ذہین، صحت مند، بہادر، خوبصورت اور سمارٹ ہوں یا اس کا مقصد ریاست کو مضبوط بنانے کیلئے آبادی بڑھانا ہو۔ یہ ایک شر ہے۔ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ مندرجہ ذیل آیات اور احادیث اس پر دلالت کرتے ہیں:

۱) **پیدائش کے فطری طریقے میں تبدیلی:**

بچوں کی پیدائش کا یہ طریقہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کو دیئے گئے فطری طریقے سے مختلف ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَأَنَّهُ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ (45)مِن نُّطْفَةٍ إِذَا تُمْنَىٰ (46)﴾

''اور اس (اللہ) نے نر اور مادہ کے جوڑے بنائے۔ نطفے سے جب وہ ٹپکایا جاتا ہے۔'' (سورۃ النجم، آیت 46-45)

اللہ تعالیٰ مزید فرماتے ہیں:

﴿ (36)أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّن مَّنِيٍّ يُمْنَىٰ (37)ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوَّىٰ (38)فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ 39)﴾

''کیا وہ ایک نطفہ نہیں تھا جو ٹپکایا جاتا ہے پھر وہ خون کا لوتھڑا بنا پھر اللہ نے اسے بنایا اور درست کیا پھر اس سے دو قسمیں نر اور مادہ بنادیں'' (سورۃ القیامۃ: 39-37)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کے طبعی طریقہ کار کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ انسان کی پیدائش نطفہ یعنی جنسی خلیے کے ذریعے عمل میں آتی ہے۔ کلوننگ کے ذریعے پیدائش کا یہ طبعی عمل تبدیل کیا جاتا ہے جس میں ایک بچے کو جنسی خلیوں کے بجائے انسان کے کسی بھی عام خلیہ سے بنایا جاتا ہے۔ اسلام خلق اللہ کو تبدیل کرنے کو حرام گردانتا ہے۔ قرآن میں شیطان کا یہ دعویٰ بیان کیا گیا ہے کہ:

﴿ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللَّهِ ﴾

''میں انہیں اللہ کی تخلیق کو تبدیل کرنے کا حکم دیتا رہوں گا''۔(النساء:119)

کلوننگ میں چونکہ انسانی پیدائش کے طبعی طریقہ کار میں تبدیلی کی جاتی ہے جو کہ شیطان کے حکم کی اتباع کے زمرے میں آتا ہے اس لئے کلوننگ کا عمل شرعی لحاظ سے مردود اور حرام ہے۔

۲) **مرد کے بغیر بچے کی پیدائش:**

مادہ کی کلوننگ کے لئے مرکزہ (Nucleus) عورت کے خلیہ سے لیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس قسم کی کلوننگ میں کسی بھی مرحلے پر مرد کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا اور پیدا ہونے والے بچے کا کوئی باپ یا والد نہیں ہوتا۔ چنانچہ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس فرمان کی نہی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ ﴾

''اے بنی نوع انسان! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے''۔(الحجرات: 13)

نیز اللہ کے مندرجہ ذیل حکم پر بھی عمل در آمد مفقود و متروک ہوجائے گا۔

﴿ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِندَ اللَّهِ﴾

''انہیں ان کے والد کے نام سے پکارو کہ یہی اللہ کے ہاں زیادہ مناسب ہے'' (سورۃ الاحزاب:5)

اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہونے کے ناطے یہ ازل سے جانتا تھا کہ کلوننگ کے عمل سے ایک انسان کو بغیر کسی مرد کے عمل دخل کے بنایا جاسکتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ فرمان کہ ہم نے تمہیں ایک عورت اور مرد سے پیدا کیا درحقیقت پیدائش کے اس اصول اور طریقہ کار کو بیان فرمانا ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال ہے۔ لہٰذا اس بیان شدہ طریقہ کار کو چھوڑ کر تمام طریقہ کار حرام ٹھہریں گے۔

علاوہ ازیں اگر کسی عورت سے اخذ کردہ مرکزہ (Nucleus) کو کسی دوسری عورت کے بیضے (Egg) کے مرکزے کی جگہ منتقل کیا جائے، پھر اس مخلوط خلیے کو کسی تیسری عورت کے رحم میں پنپنے اور بڑھوتری کیلئے رکھا جائے تو اس صورت میں پیدا ہونے والا کلون بچہ والد کے ساتھ ساتھ والدہ سے بھی محروم رہے گا۔ کیونکہ اس تیسری عورت کے رحم کی حیثیت ایک قیام گاہ کے سوا کچھ نہیں اور وہ اس کی ماں نہیں کہلائی جاسکتی گو کہ اس نے اس بچے کو جنم دیا تھا۔ یوں یہ ایک ایسے انسان کی پیدائش پر منتج ہوگا جس کا نہ تو کوئی والد ہوا اور نہ ہی والدہ۔ چنانچہ یہ بھی حرام ہے۔

۳) **خونی رشتوں کا ناپید ہونا:**

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خونی رشتوں کے تعلق کو قائم رکھنے کو لازم قرار دیا ہے۔ ابن عباسؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

((مَنِ انْتَسَبَ إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ، أَوْ تَوَلَّى غَيْرَ مَوَالِيهِ، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ))

''جس کسی نے اپنا پیدائشی تعلق اپنے والد کے علاوہ کسی اور سے جوڑا یا اپنے موالی کے علاوہ کسی اور سے جوڑا جس سے اس کی کوئی نسبت نہ ہو، تو اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو'' (ابن ماجہ)

ابی عثمان النہدی نے کہا کہ اس نے سعدؓ اور ابوبکرؓ دونوں کو یہ کہتے سنا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا اور سمجھا۔

((مَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ غَيْرُ أَبِيهِ، فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ))

''جو کوئی اپنے والد کے علاوہ کسی اور سے اپنے آپ کو منسوب کرے جبکہ وہ یہ جانتا ہو کہ وہ اس کا والد نہیں، تو اس پر جنت حرام کردی جاتی ہے'' (ابن ماجہ)

ابو ہریرہؓ سے بھی روایت ہے کہ لعان والی آیت کے نزول کے وقت انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا:

﴿ أَيُّمَا امْرَأَةٍ أَدْخَلَتْ عَلَى قَوْمٍ نَسَبًا لَيْسَ مِنْهُمْ فَلَيْسَتْ مِنَ اللهِ فِي شَيْءٍ ، وَلَنْ يُدْخِلَهَا اللهُ الْجَنَّةَ ، وَأَيُّمَا رَجُلٌ جَحَدَ وَلَدَهُ وَهُوَ يَنْظُرُ إِلَيْهِ احْتَجَبَ اللهُ مِنْهُ وَفَضَحَهُ عَلَى رُؤُوسِ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ﴾

''جب کوئی عورت ایک قوم میں ایک ایسے بچے کو جنم دے جو ان کی نسل سے نہ ہو (یعنی ولد الزنا) تو اسے اللہ سے کوئی سروکار نہیں اور نہ ہی وہ جنت میں داخل ہوگی اور کوئی شخص جو اپنے بیٹے کی طرف دیکھتے ہوئے اس (کی ولدیت) سے انکار کرے تو اللہ اس پر اپنا آپ ظاہر نہیں کرے گا اور اسے اگلی اور پچھلی نسلوں کے سامنے رسوا کرے گا'' (الداری)

ان تمام احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں حسب اور نسب کس قدر اہمیت کے حامل ہیں اور ان کا انکار کرنا یا ان میں اختلاط کرنا موجب عذاب اور اللہ کے قہر کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ کلوننگ کے عمل میں ان حسبی اور نسبی رشتوں کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا کیونکہ کلوننگ کا مقصد ایسے انسان پیدا کرنا ہوتا ہے جو ذہانت، طاقت، صحت اور خوبصورتی میں ممتاز ہوں۔ پس اس مقصد کیلئے ایسے افراد (مرد و عورت) چنے جائیں گے جن میں یہ خصوصیات بدرجہ اتم پائی جاتی ہوں اور اس بات کو نظر انداز کیا جائے گا کہ وہ شادی شدہ جوڑے ہیں یا نہیں۔ پس عام خلیے مخصوص مرد یا عورت سے لئے جائیں گے اور مخصوص عورتوں میں بڑھوتری کیلئے جمائے (implant کئے) جائیں گے جو خونی رشتوں کے اختلاط اور نسل کے

ضائع ہونے کا موجب ہوگا اور اسی لئے یہ عمل شریعت کی رو سے حرام ہے۔

۴) **دیگر شرعی احکامات کا زائل ہونا:**

کلوننگ کے ذریعے بچوں کی پیدائش، بے شمار شرعی احکامات کے ترک کا باعث بنتی ہے۔ ان میں شادی، بیوی، نان نفقہ، ولدیت، فرزندی، وراثت، تحویل، محارم اور عصبہ سمیت بہت سے دیگر احکام شامل ہیں۔ یہ ایک عملِ شر ہے جو نہ صرف معاشرے کی ساخت تبدیل کر کے رکھ دے گا بلکہ اس کی وجہ سے بے شمار اسلامی احکامات پر عمل متروک ہو جائیگا۔ اس لئے بھی انسانی کلوننگ شرعی نقطہ نگاہ سے حرام اور ممنوع ہے۔

نسل انسانی کا بڑھانا انسان کی فطرت میں شامل ہے۔ نر کے جرثوموں (Sperm) اور عورت کے بیضہ (Egg) کے اختلاط اور زرخیزی (Fertilization) کے طریقے سے نسل انسانی کی افزائش ہی دراصل وہ جائز طریقہ کار ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں ودیعت کیا ہوا ہے۔ نیز اللہ کا قانون اس بارے میں یہ ہے کہ ایک جائز شرعی معاہدے یعنی نکاح کے بغیر انسان کی افزائش کا عمل نہیں کیا جاسکتا۔ کلوننگ کے ذریعے افزائش نسل فطری طریقہ نہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ یہ عمل کسی قسم کے شادی کے معاہدے کے بغیر سرانجام دیا جاتا ہے جو مرد اور عورت کو آپس میں ایک بندھن میں باندھ سکے۔

یہاں یہ سوال بھی ذہن میں اٹھ سکتا ہے کہ اگر کلوننگ کا عمل درست نہیں تو پھر اللہ نے ہمیں ایسے غلط عمل کرنے کی قدرت ہی کیوں دی؟ نیز یہ بھی، کہ اللہ ہی تھا جس نے اس عمل کے ذریعے ایک انسانی جان دنیا میں بھیجنے کا اہتمام کیا تو پھر یہ عمل کیونکر حرام اور مردود ہو گیا؟ ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بغیر نکاح کے مرد وعورت کے ملاپ کو حرام قرار دیا ہے گو کہ ایسا کرنے کی قدرت بھی اللہ ہی نے انسان کو دے رکھی ہے۔ چنانچہ قدرت کا ہونا بذاتِ خود عمل کے درست اور حلال ہونے کی دلیل نہیں بن جاتا۔ اسی طرح زنا کے نتیجے میں بھی انسانی جان اس دنیا میں لائی جاسکتی ہے مگر اسے بھی زنا کو جائز بنانے کے لئے بطور دلیل استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کلوننگ کے ذریعے انسانی جان کو دنیا میں لانے کی قدرت فراہم کی ہے لیکن ساتھ ساتھ اسے وحی کے ذریعے بتا دیا ہے کہ یہ عمل حرام ہے۔ لہذا اسے اللہ کی اتباع میں اس حرام عمل سے بھی اسی طرح بچنا ہوگا جیسا کہ وہ دیگر حرام افعال سے قدرت رکھنے کے باوجود اجتناب کرتا ہے۔

پودوں اور جانوروں کی کلوننگ کا شرعی حکم:

پودوں اور جانوروں میں کلوننگ کا مقصد اچھی نسل کی زیادہ پیداوار حاصل کرنا اور عام بیماریاں خصوصاً وہ جو مہلک ہوں، کا علاج ڈھونڈنا ہے جس کا بصورت دیگر کیمیائی ادویات سے علاج صحت کیلئے نقصان دہ ہو۔

قرآن میں کئی آیات عمومی انداز میں پودوں، جانوروں اور جو کچھ زمین وآسمان میں موجود تمام اشیاء کے استعمال کو مباح (جائز) قرار دیتی ہیں۔ چنانچہ افعال کے برخلاف شریعت اشیاء کے لئے جو قاعدہ دیتی ہے وہ یہ تمام اشیاء اس وقت تک مباح رہیں گی جب تک کہ ان کی حرمت کی دلیل قرآن وسنت سے نہ مل جائے۔ یہی معاملہ سائنس اور ٹیکنالوجی کا ہے جس کا اپنا عمومی طور پر مباح ہے الا یہ کہ قرآن وسنت میں اس کے خلاف نہی وارد ہوئی ہو۔ چنانچہ کلوننگ کی یہ سائنسی تحقیق اس وقت تک مباح رہے گی جب تک اس کی حرمت کے لئے قرآن، سنت، اجماع صحابہؓ یا قیاس سے دلیل نہ مل جائے۔ شریعت انسانوں کی افزائش نسل کے برخلاف پودوں اور جانوروں میں پیداوار کی بڑھوتری اور ان کی کوالٹی کی بہتری کو منع نہیں کرتی۔ نہ ہی وہ جانوروں اور پودوں کی افزائش کا کوئی مخصوص طریقہ کار وضع کرتی ہے جس کے برخلاف عمل کرنا حرام ہو۔ چنانچہ پودوں اور جانوروں کی کلوننگ مباحات کے زمرے میں آتی ہے۔ علاوہ ازیں بیماریاں، خصوصاً وہ جو مہلک ہیں، سے بچاؤ کیلئے بھی جانوروں اور پودوں کی کلوننگ اسلام کی رو سے نہ صرف جائز ہے بلکہ یہ ایک مندوب (مستحسن) عمل ہے، کیونکہ بیماری کا علاج کروانا اور علاج کیلئے ادویات تیار کرنا ایک مندوب عمل ہے۔

یہاں میں ضمناً افعال سے متعلق شرعی قاعدے کا بھی ذکر کرتا چلوں جو کتب فقہیہ میں "الاصل فى الافعل التقيد بالحكم الشرعى" کے عنوان سے ملتا ہے یعنی "افعال" کے سلسلے میں اصل یہ ہے کہ حکم شرعی کو تلاش کر کے اس پر عمل درآمد کیا جائے گا۔ چنانچہ یہ غلط فہمی بھی دور کرنے کی ضرورت ہے کہ تمام افعال کا کرنا جائز ہے جب تک قرآن وسنت میں اس کے خلاف کوئی دلیل نہ مل جائے۔ بلکہ ایک فعل اسی وقت کیا جائے گا جب اس کے کرنے کی دلیل ہمیں شریعت سے مل جائے۔ مثلاً آگ کے گرد سات پھیرے لگا کر شادی کرنا یا نکاح کے علاوہ شادی کے لئے کوئی بھی طریقہ اختیار کرنا اس لئے جائز نہیں کیونکہ ایسا کرنے کی دلیل ہمیں شریعت سے نہیں ملتی۔

کلوننگ کے مسئلے پر مذکورہ بالا اجتہاد سے واضح ہوا کہ اسلام رہتی دنیا تک کے تمام مسائل کے لئے حل دیتا ہے۔ اسی لئے اسلام زمان ومکاں کی پابندیوں اور قیود سے ماوراء ہے۔ اسلام کی اتباع ہی میں انسانوں کی بھلائی ہے کیونکہ یہ دین ایک ایسی ہستی کا دیا ہوا ہے جو رہتی دنیا تک کی ہر تفصیل اور امکان سے بخوبی واقف ہے جبکہ انسانی عقل پر مبنی سیکولرزم اور جمہوریت کے اصول انسان کے مسائل کو حل کرنے کی بجائے اسے مزید الجھانے کا باعث بنتے ہیں جس کی واضح مثال مغربی معاشرے کی شکل میں ہم دیکھ سکتے ہیں۔ چنانچہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم قرآن وسنت ہی سے بذریعہ اجتہاد تمام احکامات اخذ کریں تا کہ انسانیت کو سرمایہ دارانہ نظام کے ظلم سے نکالا جاسکے۔

کلوننگ پر مندرجہ بالا اجتہاد مرحوم عبدالقدیم زلوم رحمۃ اللہ علیہ کی کلوننگ پر کتاب سے اخذ کردہ ہے جو کہ جامعۃ الازہر کے فارغ التحصیل اور عصرِ حاضر کے معروف مجتہد تھے۔ وہ حزب التحریر کے 26 سال تک امیر رہے۔ ان کا انتقال 2003 میں 79 سال کی عمر میں ہوا اور وہ بیروت میں دفن ہیں۔

اجتہادی اختلاف کن مسائل میں ہوسکتا ہے اور کن مسائل میں اختلاف کرنے سے انسان اسلام کے دائرے سے باہر نکل جاتا ہے؟

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اجتہاد صرف انہی مسائل میں ہوسکتا ہے جن میں قرآن اور سنت سے ملنے والے دلائل غیر قطعی ہوں۔ ان دلائل کو ظنی دلائل بھی کہا جاتا ہے۔ چنانچہ وہ قرآنی آیات یا متواتر احادیث جو ایک سے زائد معنی پر دلالت کرتی ہیں ظنی دلائل کہلاتی

ہیں۔ نیز تمام احد احادیث (جو کہ روایت کے لحاظ سے متواتر کے درجے تک نہیں پہنچتیں) بھی ظنی دلائل کے زمرے میں آتی ہیں۔ ظنی دلائل سے اخذ شدہ احکامات میں مجتہدین میں اختلاف ہوسکتا ہے کیونکہ ان دلائل میں نص ازخود ایک سے زائد معنی پر دلالت کرسکتی ہے۔ اسی طرح احد احادیث کی اسناد کو قبول یا مسترد کرنے کے حوالے سے بھی مجتہدین میں اختلاف پایا جاسکتا ہے۔ بالفاظ دیگر اگر کسی مسئلے کے بارے میں واردشدہ آیات اور احادیث غیر قطعی (ظنی) ہیں تو اس مسئلے میں مجتہدین غالب ظن کی بنیاد پر اللہ کے حکم تک رسائی حاصل کرنے کے لئے کوشش ومحنت کرتے ہیں۔ اسی کو اجتہاد کہا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان مسائل میں مختلف مجتہدین مختلف نتائج یا احکامات تک پہنچ سکتے ہیں اور شریعت اس اجتہادی اختلاف کی اجازت دیتی ہے۔ مثلاً قرآن میں وارد ہوا ہے کہ ﴿يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ﴾ (البقرۃ:228)''اور (مطلقہ عورتیں) روکے رکھیں اپنے آپ کو تین قروء تک''۔ یہاں لفظ''قروء'' کو عرابی قوائد و ضوابط کے مطابق حیض یا طُہر (جب عورت پاک ہوتی ہے) دونوں کے معنی میں لیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ یہ جاننے کے لیے ایک مجتہد اجتہاد کرتا ہے کہ لفظ''قروء'' سے شارع (اللہ تعالی) کی مراد''حیض'' ہے یا''طہر''۔ لہٰذا ایک مجتہد اس قرآنی لفظ کو سمجھنے کے لئے عربی لغت اور اس مسئلے سے متعلقہ احادیث کی بنیاد پر اجتہاد کرتا ہے اور اس کے نتیجے میں ایک مخصوص رائے تک پہنچتا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے مطابق اس آیت میں''قروء'' سے مراد حیض ہے جبکہ امام شافعیؒ کے اجتہاد کے مطابق یہاں''قروء'' طہر کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ عربی زبان میں''قروء'' کے یہی دو مطلب نکل سکتے ہیں۔ چنانچہ ایک مجتہد محض اپنی مرضی سے''قروء'' کے معنی پیش نہیں کرسکتا بلکہ اسے عربی کے قوائد اور گرامر کے مطابق دلیل پیش کرنی ہوتی ہے۔ جبکہ آج کے دور کے مستشرق یا روشن خیال مسلمان اجتہاد کا نام استعمال کرکے اسلام کو موم کی ناک بنا دینا چاہتے ہیں جسے وہ اپنی مرضی کے تحت جس رخ پر چاہیں موڑ سکیں۔

دوسری طرف وہ تمام آیات اور متواتر احادیث جن کا ایک ہی مطلب ہے اور ان کے ایک سے زیادہ معنی نہیں نکل سکتے''قطعی دلائل'' کہلاتے ہیں۔ چنانچہ وہ مسائل جن سے متعلق وارد ہونے والے دلائل قطعی ہوں ان میں کسی قسم کے اجتہاد یا اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی کیونکہ نصوص واضح ہونے کی وجہ سے یہ ایک سے زیادہ مطالب کے متحمل نہیں ہوتے۔ مثال کے طور پر قرآن کی یہ آیت کہ ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ﴾ ''تم پر مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ حرام کردیا گیا ہے۔''(المائدہ:3) معنی کے لحاظ سے قطعی ہے۔ یعنی مردار، خون، خنزیر وغیرہ قطعی طور پر حرام ہیں اور یہی وجہ ہے کہ کسی بھی مکاتب فکر کے فقہاء میں اس پر کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں۔ چنانچہ ان احکام کا انکار کرنا جو قطعی دلائل سے ثابت ہوں یا ان کا نام نہاد اجتہاد کے ذریعے کوئی اور مطلب اور مفہوم گھڑنا؛ کفر ہے۔ قادیانی حضرات کے کافر ہونے کی وجہ صرف اتنی تھی کہ انہوں نے ایک ایسے مسئلے میں اختلاف اور تاویل پیش کی جو کہ قطعی تھا یعنی رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت پر۔ چنانچہ ہر اس حکم کا انکار انسان کو دائرہ اسلام سے خارج کردیتا ہے جو کہ قطعی دلیل پر مبنی ہو، خواہ اس حکم کا تعلق عقائد سے ہو یا عبادات سے، معاملات سے ہو یا عقوبات سے۔ پس جس طرح اس آیت کا انکار کفر ہے: ﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ﴾ ''نماز قائم کرو'' بالکل اسی طرح مندرجہ ذیل آیات سے نکلنے والے احکامات کا انکار بھی کفر ہے:

﴿أَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾

''اللہ نے تجارت کو حلال کردیا اور سود کو حرام کردیا۔''

(البقرہ:۲۷۵)

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا﴾

''چور خواہ مرد ہو یا عورت' دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔''

(المائدۃ:۳۸)

یہ بھی ذکر کرتا چلوں کہ مسلمانوں کے تمام مسالک میں فقط اُن احکامات میں اختلاف ہے جو ظنی دلائل پر مبنی ہیں۔ اسلام اس اجتہادی اختلاف کی اجازت دیتا ہے۔ اجتہادی اصولوں کے تحت ہونے والی فکری بحث امت میں مثبت فکر کو جنم دیتی ہے۔ نتیجتاً امت میں تربیت یافتہ مجتہدین کی کھیپ تیار ہوتی ہے جو انسانی زندگی سے متعلق نئے پیش آنے والے مسائل کے شرعی حل قرآن وسنت سے اخذ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں جس کی بدولت امت جمود کا شکار نہیں ہوتی اور ترقی کی راہ پر گامزن رہتی ہے۔

اجتہادی اختلاف کی اجازت کی سنت نبوی ﷺ سے دلیل:

صحابہؓ رسول اللہ ﷺ کے وقت میں اجتہاد کیا کرتے تھے اور ان کی رائے میں اختلاف بھی پایا جاتا تھا۔ یہ اجتہادی اختلاف رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا اور آپ ﷺ نے اس پر کسی کی ملامت نہ فرمائی۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے: ((قال النبی صلی اللہ علیه وسلم یوم الأحزاب لا یصلین أحد العصر إلا فی بنی قریظة فأدرک بعضهم العصر فی الطریق فقال بعضهم لا نصلی حتی نأتیها وقال بعضهم بل نصلی لم یرد منا ذلک فذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیه وسلم فلم یعنف واحدا منهم)) (بخاری) ''غزوہ احزاب (کے اختتام والے) دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی بھی نماز عصر نہ پڑھے سوائے بنو قریظہ پہنچ کر۔ بعض حضرات کی عصر کی نماز کا وقت راستے ہی میں ہوگیا۔ ان میں سے کچھ (صحابہؓ) نے تو کہا کہ ہم (راستے میں) نماز نہیں پڑھیں گے جب تک (بنی قریظہ) پہنچ نہ جائیں۔ بعض (صحابہؓ) نے کہا بلکہ ہم (نماز) پڑھیں گے کیونکہ (رسول اللہ ﷺ کے) اس فرمان سے یہ مراد نہ تھی (بلکہ اس حکم سے محض عجلت مطلوب تھی)۔ پھر جب نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے دونوں میں سے کسی گروہ کی سرزنش نہیں فرمائی۔'' اس حدیث سے واضح ہوا کہ صحابہ کی ایک جماعت نے رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے منطوق (لفظی معنی) پر عمل کیا اور دوسرے گروہ نے مفہوم پر اور آپ ﷺ نے کسی کی بھی سرزنش نہیں فرمائی کیونکہ آپ ﷺ کے فرمان کے یہ دونوں معنی سمجھے جاسکتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ تابعین اور تبع تابعین نے کبھی اجتہادی اختلاف کی بنیاد پر کسی مجتہد کی ملامت کی اور نہ ہی کفر کا فتویٰ لگایا۔ ہاں جنہوں نے قطعی احکامات میں اختلاف کیا ان پر مرتد ہونے کی وجہ سے ریاست نے قتل کی حد جاری کی۔ پس اسلامی معاشرہ ترقی کی منازل طے کرتا رہا یہاں تک ساتویں صدی ہجری میں پچھلے اجتہادات کو تمام آنے والے نئے مسائل کے لئے کافی سمجھتے ہوئے اجتہاد

کے عمل کو روک دیا گیا۔ مزید برآں عثمانی خلافت کے دور میں عربی زبان کی کماحقہ سرپرستی نہ ہونے کے باعث امت فصیح عربی زبان اور لغت میں کمزور ہوگئی جس کے نتیجے میں اجتہاد میں بھی کمزوری رونما ہوئی۔ نتیجتاً تقلید ہر سو پھیل گئی۔ نئے ابھرنے والے مسائل پر اجتہاد کے ذریعے اللہ کے احکامات اخذ نہ کرنے کی وجہ سے عوام الناس تذبذب اور فکری انتشار کا شکار ہوگئے۔ عوام کو یہ تک پتہ نہ تھا کہ پرنٹنگ پریس پر قرآن چھاپنا جائز ہے یا نہیں؟ کیا کافروں سے سائنس اور ٹیکنالوجی اخذ کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ یوں مسلمانوں کے فکری انحطاط کے دور کا آغاز ہوا۔ مغرب اور اس کے تھنک ٹینک یہ جانتے ہیں کہ مسلمان دوبارہ اسلام کی طرف مائل ہو رہے ہیں چنانچہ یہ مغربی ادارے اور مسلمانوں میں موجود ان کے فکری گماشتے اجتہاد کے بارے میں غلط تصورات عوام میں پھیلانے میں مصروف ہیں۔ لہذا اب امت کو فکری انحطاط اور کنفیوژن سے نکالنے کیلئے اجتہاد کو اپنے درست مفہوم میں دوبارہ شروع کرنے کی اشد ضرورت ہے تاکہ مسلمان ہر مسئلے کے بارے میں شارع کے حکم پر چل کر اس دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل کرسکیں۔

یہ کیسے معلوم ہو کہ کون سا اجتہاد قطعی طور پر درست ہے؟ نیز کس مجتہد کے اجتہاد کی تقلید کی جائے؟

یہ سوال کہ ظنی مسائل میں مختلف اجتہادات میں سے قطعی طور پر صحیح اجتہاد کس کا ہے، اس کا قطعی فیصلہ اللہ تعالیٰ آخرت کے دن کرینگے۔ حضور ﷺ نے مجتہد کے بارے میں فرمایا: ((إذا حكم الحاكم فاجتهد ثم أصاب فله أجران و إذا حكم فاجتهد ثم أخطأ فله أجر)) (بخاری و مسلم) "جب حاکم کوئی فیصلہ اپنے اجتہاد سے کرے اور فیصلہ صحیح ہو تو اسے دہرا ثواب ملتا ہے اور جب کسی فیصلہ میں اجتہاد کرے، اور غلطی کر جائے تو اسے (ایک) ثواب ملتا ہے (اجتہاد کا)۔" لہٰذا اگر ایک مجتہد اجتہاد کرتا ہے اور وہ صحیح حکم تک پہنچتا ہے تو اس کو دو اجر ملیں گے۔ اور اگر وہ اجتہاد کرتا ہے اور غلط حکم تک پہنچتا ہے تو اسے ایک اجر ملے گا۔ یعنی دونوں صورتوں میں اجر ہے۔ جہاں تک اس دنیا کا تعلق ہے تو اس میں اللہ نے ہم پر یہ ذمہ داری لگائی ہے کہ ہم اپنی بساط بھر کوشش کر کے اس حکم کی اتباع کریں جس کی شرعی دلیل زیادہ مضبوط اور قوی معلوم ہو۔ لہٰذا ایک مسلمان محض غالب ظن (Least amount of doubt) کی بنیاد پر اپنے یا کسی دوسرے کے اجتہاد پر عمل کرنے کا ذمہ دار ہے۔ چنانچہ اگر ایک شخص ایک مسئلے میں امام ابوحنیفہؒ کے اجتہاد کو صحیح سمجھ کر اس پر چلتا ہے جبکہ دوسرا شخص امام شافعیؒ کے اجتہاد کو زیادہ قوی سمجھ کر اس پر کاربند ہے تو دونوں اللہ کے نزدیک قابل قبول ہیں کیونکہ دونوں اجتہاد کے اصولوں پر پورا اترنے کے باعث قابل تقلید ہیں۔ اس کی دلیل ہمیں بنو قریظہ کی مذکورہ بالا حدیث سے ملتی ہے جس میں صحابہؓ نے دو مختلف اجتہادات کی اتباع کی اور دونوں کو رسول اللہ ﷺ نے قبول فرمایا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے یہ دونوں معنی نکل سکتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم ایک مجتہد کے اجتہاد کو قطعی طور پر درست اور دیگر کو قطعی طور پر غلط نہیں کہہ سکتے۔ لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ رائے اجتہاد کے متعین اصولوں پر پوری اترتی ہو۔ (یاد رہے کہ آمنہ ودود اور اسراء نعمانی کی اپنی خواہشات یا مرضی کے مطابق قرآنی تفسیر کا نام اجتہاد نہیں کیونکہ ان کی آراء اجتہاد کے اصولوں کے تحت اخذ نہیں کی گئیں اور نہ ہی یہ دونوں خواتین مجتہد کے مطلوبہ شرائط کو پورا کرتی ہیں)۔ پس ایک شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ اس کی نظر میں ایک اجتہاد زیادہ قوی ہے اور دوسرا کمزور۔ امام شافعیؒ سے ایک قول منقول ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ میرا اجتہاد درست ہے اور دیگر کا غلط لیکن اس امکان کے ساتھ کہ ان کا اجتہاد درست ہوسکتا ہے اور میرا غلط۔ تقلید سے متعلق یہ بنیادی سمجھ ہی تفرقہ بازی اور دیگر مکاتب اسلام سے بغض کو زائل کرتی ہے کیونکہ دیگر مکاتب فکر بھی دلائل کی بنیاد پر ایک شرعی مسئلے پر کاربند ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرون اولیٰ کے مسلمان نے کبھی بھی فقہی اختلاف کو بنیاد بنا کر جنگ و جدل نہیں کی بلکہ ہمیں تاریخ سے مختلف مکاتب فکر کے درمیان بیشمار مثبت فکری اور فقہی مباحث ملتے ہیں جن کے نتیجے میں کئی مواقع پر مجتہدین نے اپنے اجتہادات سے رجوع کر کے قوی دلیل پر مبنی اجتہاد کو اختیار کیا۔ نیز حاضرین مجلس کو بھی اپنے فقہی علم میں اضافہ کرنے کے ساتھ ساتھ دیگر مکاتب فکر کے دلائل سمجھنے کا موقع ملتا۔ چنانچہ مختلف مکاتب فکر میں ایک دوسرے کے لئے احترام پیدا ہوتا اور معاشرے میں ہم آہنگی کی فضاء جنم لیتی تھی۔

اگر ایک مسلمان کے پاس دلیل سمجھنے یا جانچنے کی صلاحیت نہ ہو تو اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی سمجھ کے مطابق سب سے زیادہ قابل مجتہد کے تلاش کردہ احکامات کی اتباع کرے۔ یہاں یہ کہنا بھی ضروری ہے کہ ایسا کرنے میں ایک مقلد اس مجتہد کی اتباع نہیں کر رہا ہوتا بلکہ وہ محض اس سے اللہ کے دئے ہوئے احکامات معلوم کر رہا ہوتا ہے کیونکہ اس کے پاس از خود اللہ کے ان احکامات کو اخذ کرنے کی استطاعت نہیں ہوتی۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاسْأَلُواْ أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ﴾

''سو پوچھ لو اہل ذکر (اہل علم) سے اگر تم نہیں جانتے''

(النحل: 43)

چنانچہ تمام وہ لوگ جو از خود اجتہاد کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے کسی بھی مجتہد کی تقلید کر سکتے ہیں۔ جن کے بارے میں انہیں یقین ہو کہ وہ ان کے مسائل کی حقیقت کو مکمل طور پر سمجھ کر اسلام کے شرعی نصوص (مثلاً قرآن، سنت، اجماعِ صحابہؓ اور قیاس) سے قواعد شرعیہ کے مطابق انھیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا حکم بتانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ تاہم عقیدے میں تقلید کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ قرآن میں عقیدے میں تقلید کی واضح نہی وارد ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللّهُ قَالُواْ بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لاَ يَعْقِلُونَ شَيْئاً وَلاَ يَهْتَدُونَ﴾

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس کی اتباع کرو جو اللہ نے نازل کیا، تو کہتے ہیں بلکہ ہم اس طریقے کی اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباء کو پایا۔ اگرچہ ان کے آباء ہی کچھ نہ سمجھتے ہوں اور نہ راہ ہدایت پر ہوں؟''

(البقرۃ: 170)

مزید برآں مقلدین کو چاہیے کہ وہ قرآن، سنت اور قواعد شرعیہ کے متعلق اپنا علم مسلسل بڑھاتے رہیں تاکہ وہ مختلف مجتہدین کے اجتہادات کے شرعی دلائل کو جانچنے کی استعداد بڑھا سکیں اور بالآخر خود مجتہد کے درجے تک پہنچ سکیں۔

(جاری ہے)

• • •

حزب التحریر کی دنیا بھر میں ہونے والی سرگرمیاں

حزب التحریر دنیا کی واحد سیاسی جماعت ہے جو ایک ہی امیر کی کمان تلے دنیا کے چالیس سے زائد ممالک میں متحرک ہے۔ حزب التحریر خلافت کے قیام کے لیے جدوجہد کررہی ہے اور امت پر مسلط حکمرانوں کے خیانتوں کے بے نقاب کرنا اور ان ایجنٹ حکمرانوں کے استعماری آقاؤں کے منصوبوں کا پردہ چاک کرتے ہوئے امت کو ان سے باخبر کرنا حزب التحریر کی جدوجہد کا حصہ ہے۔

2007ء میں بنگلہ دیش کے ایک اخبار نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے کچھ کارٹون شائع کیئے، جس پر حزب التحریر بنگلہ دیش نے احتجاجی طور پر مسلمانوں کو متحرک کیا اور ڈھاکہ کے اندر ایک بڑی احتجاجی ریلی کا انعقاد کیا جس میں 20 ہزار سے زائد لوگوں نے شرکت کی اور حکومت سے اس بات کا مطالبہ بھی کیا کہ مذکورہ اخبار کے ذمہ داران کو قرار واقعی سزا دے۔ اس پر حکومت کی طرف سے بجائے اخبار کے خلاف کوئی ایکشن لیا جاتا، الٹا حزب کے ارکان کو گرفتار کیا گیا بلکہ حزب التحریر بنگلہ دیش کے ڈپٹی ترجمان مرشد الحق کو دورانِ حراست بدترین تشدد کا نشانہ بنایا۔ اسی طرح بنگلہ دیش میں حزب التحریر کی خواتین اراکین نے بھی احتجاجی مظاہرے کیئے اور احتجاجی طور پر انسانی زنجیر بنائی۔

2007ء میں ہی بنگلہ دیش میں آئے طوفان سے ہونے والے متاثرین کی دلجوئی اور ان کی مدد کے لیے حزب التحریر کے اراکین نے ہر ممکن کوشش کی۔ وہ متاثر جگھوں پر گئے اور متاثرین کی حوصلہ افزائی کے ساتھ ساتھ ہر ممکن مالی مدد بھی کی۔

پاکستان میں حزب التحریر ولایہ پاکستان کے زیرِ اہتمام امریکہ کے ایجنٹ مشرف کے خلاف لاہور، کراچی، پشاور اور اسلام آباد میں متعدد مظاہروں کا اہتمام کیا گیا۔ یہ مظاہرے ''مشرف کو ہٹاؤ، جمہوریت نہیں خلافت کو لاؤ''

نومبر 2007 بنگلہ دیش: گستاخی رسول سے متعلق کارٹونز کی اشاعت کے خلاف حزب التحریر کے زیر اہتمام احتجاجی مظاہرہ، جس میں 20 ہزار کے قریب لوگوں نے شرکت کی

نومبر 2007 بنگلہ دیش: حزب التحریر کے بنگلہ دیش میں ڈپٹی ترجمان مرشد الحق میڈیا سے باتیں کرتے ہوئے جبکہ دوسری طرف ان پر کیئے گئے بدترین تشدد کی تصاویر

کے عنوان کے تحت تھے۔ جس میں سینکڑوں لوگوں نے شرکت کی۔ اس کے علاوہ الیکشن ڈرامہ کے خلاف ایک بھرپور مہم چلائی گئی، جس میں اس الیکشن کے خلاف پمفلٹ کی تقسیم، پوسٹرز اور سٹکرز کا استعمال کیا گیا۔

فلسطین کے علاقہ میں اسرائیل اور امریکہ کی ملی بھگت سے ہونے والی خیانتوں کے خلاف حزب التحریر کی جدوجہد جاری رہی، حال ہی میں امریکہ کی سرپرستی میں ہونے والی ''انا پولس امن کانفرنس'' کے خلاف حزب التحریر نے فلسطین میں الخلیل، غزہ، مغربی کنارے اور دیگر علاقوں میں متعدد مظاہروں کا اہتمام کیا۔ ان پُر امن مظاہرین کے خلاف استعمار کی ایجنٹ فلسطینی اتھارٹی نے بے جا طاقت کا استعمال کیا اور آتشین اسلحے کے ساتھ سیدھے فائر

نومبر 2007 بنگلہ دیش: خواتین کی طرف سے بنائی گئی انسانی زنجیر جبکہ حزب کی نمائندہ خاتون میڈیا سے بات کر رہی ہے

8 فروری 2008ء اسلام آباد: حزب التحریر کے ارکان الیکشن کے بائیکاٹ کے حوالے سے احتجاجی مظاہرہ و ریلی نکال رہے ہیں

دسمبر 2007 کراچی: حزب التحریر کے رکن مظاہرین سے خطاب کرتے ہوئے

کیے جس سے حزب التحریر کے رکن ''ہشام البرادی'' شہید اور متعدد زخمی ہوگئے۔ اس کے باوجود حزب التحریر کے اراکین اگلے دن دوبارہ احتجاج کے لیے اکٹھے ہوئے اور فلسطینی اتھارٹی نے دوبارہ طاقت کا استعمال کیا جس سے بھی کئی لوگ زخمی ہوئے لیکن حزب التحریر کی جدوجہد جاری ہے۔

2008ء کے اوائل میں مشرف نے یورپ کا دورہ کیا۔ اس موقعہ پر حزب التحریر برطانیہ نے مشرف کی خیانتوں کو بے نقاب کرنے اور ورلڈ میڈیا کو متوجہ کرنے کے لیے اس ایجنٹ کے خلاف مظاہروں کا اہتمام کیا جس میں سینکڑوں لوگوں نے شرکت کی۔

● ● ●

اسلام آباد: حزب التحریر کے زیرِ اہتمام کیا گیا احتجاجی مظاہرہ

پشاور: حزب التحریر کے ارکان پشاور کے قصہ خوانی بازار میں احتجاجی مظاہرہ کر رہے ہیں

لاہور: حزب التحریر کے زیرِ اہتمام حزب کے اراکین کے طرف سے احتجاجی مظاہرہ اور احتجاجی ریلی کا منظر

فلسطین: حزب التحریر کی احتجاجی ریلی سے ایک بزرگ کارکن کو گرفتار کر کے لے جایا جا رہا ہے جبکہ دوسری طرف شہید ہشام البرادی کا جسدِ خاکی

فلسطین: حزب التحریر کے اراکین کو بدترین تشدد کا نشانہ بنایا جا رہا ہے جبکہ دوسری تصویر میں فلسطینی اتھارٹی کے سپاہی نے مظاہرین پر سیدھی گن تان رکھی ہے

جنوری 2008 برطانیہ: مشرف کی برطانیہ آمد کے موقع پر حزب التحریر کے اراکین کی طرف سے کئے گئے احتجاجی مظاہروں کے مناظر

مؤمنین بمقابلہ ظالم حکمران

محمد بن سیف اللہ
mbs0300@yahoo.com

جس مسلمان کی خواہش ہے کہ وہ جنت و جہنم کا خود اپنی آنکھوں سے نظارا کرنا چاہتا ہے تو وہ محض سورۃ الرحمٰن کے آخری دو رکوع باترجمہ تلاوت کرلے۔ سورۃ الرحمٰن کی یہ آیات اسے جہنم کے مناظر کا مختصر تعارف کرادیں گی علاوہ ازیں اور بھی بہت سے مقامات پر قرآن ہمیں جنت و جہنم کے مناظر دکھاتا ہے مثلاً صرف آخری پارے میں کئی مقامات پر ہم ان کا نظارہ کرسکتے ہیں۔

جب ایک مسلمان یہ مناظر دیکھ لے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے اعمال کے ترازو کو بھی دیکھے اور غور کرے کہ اس کے اچھے اور برے اعمال میں سے کس کا پلڑا بھاری اور کن کا کم ہے لیکن ایک اہم بات یہ ہے کہ اپنے اعمال کے ترازو کی صحیح جانچ سے قبل اسے ایک کام کرنا ہوگا اور وہ ہے ''اپنی پوچھ گچھ آپ''(self investigation)

جب ایک مسلمان یہ کام کرے گا تو تب اس کا ضمیر اسے سے درج ذیل سوالات پوچھ سکتا ہے (اگر ایک محض باعمل مسلمان ہے تو)

☆ کیا میں روزانہ پانچ وقت کی نماز باقاعدگی سے ادا کرتا ہوں؟

☆ جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا ہے تو کیا میں یہ فرض ادا کرتا ہوں؟

☆ کیا استطاعت کے ہوتے ہوئے میں نے حج ادا کیا ہوا ہے؟

☆ کیا میں زکوٰۃ بھی ہر سال پابندی سے ادا کرتا ہوں؟

☆ کیا میں صدقات بھی ادا کرتا ہوں؟

☆ کیا میں دوسرے بہت سے مندوب اعمال مثلاً نفل روزے، نفلی عبادات تہجد اور اشراق نمازوں کا اہتمام بھی کرتا ہوں؟

اور کیا یہ تمام اعمال صالحہ میں صرف اور صرف اپنے رب کی خوشنودی ورضا کے لیے کرتا ہوں؟

تو کیا اللہ رب العزت مجھے ان اعمال کے بدلے جنت الفردوس کا ٹکٹ جاری کردینگے کیونکہ میری نظر میں درجہ بالا اعمال صالحہ میری بخشش کے لیے کافی ہیں۔

مگر کہیں کوئی ایسا عمل صالحہ تو نہیں رہ گیا کہ جس کی بنیاد پر میرے یہ تمام اعمال صالحہ مجھے جنت میں جانے کا مکمل مستحق بنانے کے لیے ناکافی ہوں؟

اگر ایسا ہے تو وہ کونسا عمل یا اعمال صالحہ ہیں کہ جن کی ادائیگی مجھ پر لازم ہو مگر اب تک میں ان سے غافل ہوں؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ محض غفلت کی وجہ سے ایسے اعمال میری جنت کی راہ میں رکاوٹ بن جائیں؟؟؟

تو ٹھہریئے اے فکرمند مسلمان! ہم آپ کو بتاتے ہیں بلکہ ہم قرآن واحادیث میں سے آپ کو to the point جوابات بھی تلاش کرکے دیں گے تاکہ وہ آپ کی دینی شخصیت کے لیے صاف شفاف آئینے کا کردار ادا کرسکیں قرآن وسنت کے اس آئینے میں آپ اپنے (تمام خامیاں اور گناہ کے) چھوٹے بڑے تمام قسم کے دھبے باآسانی تلاش کرلیں گے (انشاء اللہ) جنہیں مٹا کر آپ رب العالمین کے ہاں جنت الفردوس کے صحیح حق دار بن سکیں گے تاکہ موت کے وقت آپ کا ضمیر بالکل مطمئن ہو اس لیے کہ آپ کی تمام زندگی بامقصد رہی ہوگی چنانچہ آپ کو جب موت آئے تو آپ اس پر مطمئن ہوں اور خوش ہوکر اسے خوش آمدید کہہ سکیں آپ کے دل میں تڑپ ہو کہ کب آپ کو آپ کا معبودِ حقیقی اللہ سبحانہ تعالیٰ آپ کو بلائے تاکہ آپ اس رب کا دیدار کرسکیں جس کی خاطر آپ نے تمام زندگی بامقصد گزاردی، اسی رب کی خاطر آپ کو صیام میں سخت بھوک سہنا پڑتی، زکوٰۃ کی ادائیگی میں آپ کا مال خرچ ہوتا رہا، نمازوں کی ادائیگی میں آپ کا قیمتی وقت صرف ہوا اور جس کی خاطر آپ دنیا کی بے شمار لذتوں اور عیاشیوں کو نہ پاسکے باوجود یہ کہ اردگرد کا ماحول ان لذتوں اور عیاشیوں کو حاصل کرنے کے لیے بار بار آپ کو مجبور کرتا رہا مگر آپ نے ہر بار صرف اور صرف اپنے رب کے خوف سے انکار کردیا۔

تو آیئے اے فکرمند مسلمان بھائی! اب ہم آپ کو کچھ یاددہانی کرتے ہیں ایسے فرائض کی جس کو آج کا مسلمان فرض سمجھتا ہی نہیں جبکہ ایسے اعمال صلوٰۃ وصوم سے کم اہمیت کے فرض نہیں ہیں تو غور سے سنیے کہ

☆ تو کیا اپنے خطے کے ظالم حکمران کا محاسبہ کرتے ہیں کہ جسے تمہارے رب نے تم پر فرض کیا ہے؟

☆ ہمارا معاشی واقتصادی نظام حرام نظریات کی بنیادوں پر قائم ہے اور تعلیمی نظام کافرانہ اور انتہائی ناقص ہے، ہمارے نظامِ زکوٰۃ کا کوئی پرسان حال نہیں ہے، ہمارے معاشرتی اور اجتماعی نظام سوائے ظلم کے کچھ نہیں، ہماری خارجہ وداخلہ پالیسیاں دھوکے بازی اور اغیار کی خوشنودی حاصل کرنے کے علاوہ کچھ نہیں، جہاد معطل ہے، غرض سب کچھ اسلام کے منافی اور متضاد ہے اور دین اسلام کا کھلا دشمن ہے چنانچہ اس گندگی کے ڈھیر (نظاموں) کو ختم کرکے بہت ہی پاک صاف اسلام کے نظام کو نافذ کرنے کے لیے آپ نے کیا کردار ادا کیا؟؟

☆ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ چور کے ہاتھ کاٹ دو، زانی کو سنگسار کردو وغیرہ تو ان عدالتی احکاماتِ الٰہی کی تکمیل کے لیے آپ نے کیا کردار ادا کیا؟؟

☆ آپ کے اردگرد غیر مسلم ذمی رہتے ہیں آپ پر ان کی حفاظت اور اور ان سے جزیہ وصول کرنا آپکے رب نے فرض کیا ہے چنانچہ آپ نے یہ فرض نبھانے کے لیے کیا کوششیں کی ہیں؟؟؟

☆ آپ پر اور آپ کے اہل وعیال سمیت دنیا بھر کے مسلمانوں پر جمہوریت نام کا ایک ایسا ظالمانہ نظام قائم ہے کہ جس نے اللہ کی حاکمیت اعلیٰ یعنی قانون سازی کا اختیار چھین کر اس اختیار کو انسان کے سپرد کردیا ہے، یہ انسان (یا چند انسانوں کا گروہ) جب چاہتا ہے تو آپ کے رب کے حرام کردہ کو حلال بنادیتا ہے اور حلال کو حرام (جیسا کہ آج ہمارے ملک میں سود حلال ہے) تو آپ

نے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ کو قائم کرنے کے لیے کیا کردار ادا کیا؟؟؟

افسوس کہ ہمیں ہمارے ان سوالوں کے جوابات اپنے فکرمند مسلمان بھائی سے محض انکار اور مایوسی کے سوا کچھ نہ ملے گا۔

آخر کیوں؟؟؟

جب ہم اپنے بھائی سے وجہ پوچھنا چاہیں تو جواب یوں ہوتا ہے:

''اس لیے کہ اول تو مجھے معلوم ہی نہ تھا کہ ایک ظالم حکمران کا محاسبہ ہمارے اوپر صوم وصلوٰۃ کی طرح فرض ہے اور ایسے فرض کی ادائیگی کی ہمت مجھ میں ہے بھی نہیں، کیونکہ مجھے ان سفاک وظالم حکمرانوں کے ظلم سے ڈر لگتا ہے، اگر میں نے ان کے سامنے حق بات بلند کی تو وہ مجھے قید وبند میں ڈال دیں گے، مجھے قتل بھی کرا سکتے ہیں اور اگر ایسا ہو گیا تو تب تو میرے گھر اور خاندان سے میرا سہارا اٹھ جائیگا اور میرے سوا ان کی دنیا مشکلات کا شکار ہو جائیگی جو کہ میں برداشت نہیں کر سکتا۔ علاوہ ازیں ہمارے اوپر جو نظاموں کی صورت میں گندگی کا ڈھیر پڑا ہوا ہے ان کو ہٹا کر اسلام کے نظام ہائے حیات کو نافذ کرنا یا اس کے لیے کوشش کرنا میرے بس کی بات نہیں ہے اور ان کو ختم کر کے اسلام کو نافذ کرنا کوئی ایک دو دن کا کام نہیں ہے بلکہ اس کے لیے ہمیں صدیوں کا وقت چاہیے چنانچہ میرے پاس اتنا وقت نہیں کہ میں دنیا کمانے کی طرف بھی توجہ مبذول کیے رکھوں اور دوسری طرف ان غلیظ نظاموں کے ڈھیر کو ہٹا کر اسلام کے نظاموں کو قائم کرنے کے لیے بھی جت جاؤں۔

میں عدالتی نظام کو درست بنانے کے لیے کچھ بھی نہ کر سکا اور نہ ہی میں کچھ کر سکتا ہوں کیونکہ اتنے بڑے ادارے کو تبدیل کرنا یا اسلام کے مطابق بنانے کے لیے آواز بلند کرنا میرے دائرہ اختیار سے باہر ہے۔ میں ایک عام سا شہری ہوں جس کی آواز چند لوگوں تک پہنچنے سے پہلے دب جاتی ہے۔ یہی معاملہ ذمی لوگوں کے متعلق ہے کیونکہ میں نہ تو ان کی حفاظت کی ذمہ داری لے سکتا ہوں اور نہ ہی ان سے جزیہ کی وصولی کے لیے کچھ کر سکتا ہوں۔ یہ کام ہماری اتھارٹی کے ہیں، ہمارے نہیں۔ میں تو محض افسوس ہی کر سکتا ہوں اور ٹھنڈی آہ بھر کر خاموش ہو جاتا ہوں اس کے علاوہ میں کر بھی کیا سکتا ہوں؟

آپ نے جمہوریت کو خالصتاً کفریہ نظام ثابت کرنے کے لئے جو دلیل دی وہ میرے دل میں اتر گئی۔ میں اب مان گیا ہوں کہ واقعی قانون سازی آج اللہ کی بجائے انسان کر رہا ہے۔ اللہ نے اپنے رسول کے ذریعے جو احکامات نازل کرنے تھے وہ آج سے چودہ سو برس قبل کر لیے تھے اب ہمیں اسی نظام الٰہی کو من وعن اس طرح ہی نافذ کرنا چاہیے جس طرح کہ قرآن وسنت میں موجود ہیں کیونکہ یہی ہمارا اصل حکومتی نظام ہے۔ اس سے قبل میں نہ جانتا تھا کہ جمہوریت نظام کفر ہے اور یہ کہ یہ نظام ہمارے اللہ اور رسول کا کھلم کھلا دشمن ہے۔ لیکن افسوس کہ اس کو اکھاڑ پھینکنے اور اس کی جگہ اللہ کے نظام حکومت یعنی خلافت کے قیام کے لیے میں آج تک تھوڑی سی بھی کوشش نہ کر سکا لیکن میرے خیال میں اتنا بڑا کام میرے اختیار یا ہم چند مسلمانوں کے اختیار سے سراسر باہر ہے اگرچہ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ خلافت کا قیام میرے سمیت دنیا بھر کے مسلمانوں پر نماز، روزے جیسے فرائض کی طرح ایک اہم ترین فرض ہے اور اس کی عدم ادائیگی کی صورت میں ہم سب بڑے گناہ کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ لیکن دراصل بات وہی آجاتی ہے کہ اگر میں اس کے لیے کوششیں کروں بھی سہی تو کچھ بھی فائدہ نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ اتنا آسان کام تو ہے نہیں کہ آج میں اس فرض کو نبھانے کے لیے امت میں کام کروں، کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر جمہوریت کو ختم کر دوں اور اس کی جگہ خلافت کا قیام ممکن بنا سکوں۔ اس کے لیے ہمیں مسلسل محنت، قربانیوں اور سرمائے کے ساتھ کئی سو سال لگ جائیں گے تب کہیں ممکن ہو سکے گا کہ ہم خلافت کو قائم کر لیں۔ چنانچہ اتنی بڑی قربانیاں اور وقت دینے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ بس ہم خلوص دل سے صرف دعا ہی کر سکتے ہیں کہ اللہ ہمیں اس فرض کی عدم ادائیگی کا گناہ معاف کر دے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تو بذاتِ خود لامتناہی طاقت کا مالک ہے وہ جس وقت چاہے گا خود ہی خلافت قائم کر دیگا اسے کو ہماری مدد کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ ہم اس ناممکن کام کو شروع کر دیں۔ بس ہمیں چاہیے کہ ہم کوئی نماز نہ چھوڑیں، رمضان کے روزوں کی مکمل پابندی کریں، غریبوں کی مدد کرتے رہیں، قرآن پاک کی صبح صبح تلاوت کر لیا کریں، یہی ہماری مغفرت کے لیے کافی ہے۔ باقی تھوڑی بہت کسر جو رہ جائے گی اسے اللہ معاف کر دے گا کیونکہ وہ تو غفور الرحیم ہے اس کے علاوہ جتنا ہم اللہ کی راہ میں خرچ کر سکتے، کریں کیونکہ یہ بھی بڑے اجر کا کام ہے مثلاً کسی غریب شخص کو پھلوں کی ریڑھی لگانے کے لیے رقم مہیا کر دیں، کسی مفلس خاندان کی کفالت کر لیں، وغیرہ وغیرہ۔''

تو یہ ہے وہ گفتگو جس کا سامنا اکثر ہمیں اس وقت کرنا پڑتا ہے جب ہم اپنے کسی فکرمند بھائی کو خلافت اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسے اہم فرض کی یاددہانی کراتے ہیں۔

اب ہم اپنے رب العالمین سے رجوع کرتے ہیں کہ کیا فقط چند فرائض کی ادائیگی اور خلافت (جس پر کئی فرائض کی ادائیگی کا انحصار ہے) جیسے فرض سے پہلو تہی کے ذریعے ہم اللہ کی خوشنودی حاصل کر سکتے ہیں تاکہ ہم مشکلات کا شکار بھی نہ ہوں اور جنت الفردوس کے حق دار بھی بن جائیں۔ دیکھئے اللہ سبحانہ تعالیٰ کیا کہتا ہے، یہ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 214 ہے جو ہمیں اپنے رب ذوالجلال کا پیغام سناتی ہے کہ

﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُواْ الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُم مَّثَلُ الَّذِينَ خَلَوْاْ مِن قَبْلِكُم مَّسَّتْهُمُ الْبَأْسَاء وَالضَّرَّاء وَزُلْزِلُواْ حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُواْ مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللّهِ أَلا إِنَّ نَصْرَ اللّهِ قَرِيبٌ﴾

''(اے بندے) کیا تم یہ گمان کئے بیٹھے ہو کہ جنت میں تمہیں یونہی داخل کر دیا جائے گا حالانکہ ابھی تک تو تم پر وہ حالات گزرے ہی نہیں جو تم سے پہلے مؤمنوں پر گزرے تھے ان پر سختیاں اور مصیبتیں آئیں اور وہ (سختی سے) ہلا دیئے گئے۔ حتیٰ کہ رسول اور ان کے ساتھی جو مؤمن تھے چیخ اٹھے کہ اللہ کی مدد (ہمارے لیے) کب آئے گی (سن لو اے مؤمنو!) بے شک اللہ کی مدد بہت قریب ہے''

اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر!!! کیا عجیب شان ہے ہمارے رب کی کہ اپنے محبوب ترین بندے، محمد عربی ﷺ کو بھی سخت آزمائشوں میں مبتلا کیا، صحابہ کرامؓ کے لیے بھی جنت کی منزل مقصود تک پہنچنے کے لیے جنت کے راستے میں قدم قدم پر آزمائشوں کے پہاڑ کھڑے کر دیئے تھے، تب ہی جا کر تو وہ 'السابقون الاوّلون' صحابہؓ بنے۔ یونہی تو

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے نہیں کہ دیا کہ ''یہ بندے مجھ سے راضی ہیں اور میں ان سے راضی ہو گیا ہوں''

ہم سوچتے ہیں کہ ایسی وہ کون کون سی مصیبتیں اور آزمائشیں تھیں کہ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سمیت صحابہ کرامؓ کو بھی ہلا ڈالا اور بالآخر وہ اتنے مجبور ہو گئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے پکار اٹھے کہ یا اللہ تو ہمارے لیے کب مدد بھیجے گا؟'' اب ہم ان کی زندگی پر ذرا نظر دوڑاتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ آخر وہ کیا آزمائشیں تھیں:

☆ کیا کہیں ایسا تو نہیں کہ پانچ وقت کی نماز کی باقاعدگی ان کے لیے آزمائش بن گئی ہو؟ مگر ایسا نہیں ہے کیونکہ وہ تو اپنی نمازوں میں سکون واطمینانِ قلب حاصل کرتے تھے تو آزمائش کس بات کی؟

☆ یہ بھی تو ہوسکتا کہ رمضان المبارک کے کٹھن روزے ان کے لیے آزمائش بن گئے ہوں؟ لیکن اس طرح کی کوئی بات نہیں تھی کیونکہ وہ تو رمضان المبارک کی آمد کا بڑی بیقراری سے انتظار کیا کرتے تھے تاکہ نیکیوں اور اجر کی سیل میں خوب کما سکیں اور وہ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر عبادات کیا کرتے تھے تاکہ ان میں سے ہر ایک اجر وثواب کے بنڈلوں کے بنڈل حاصل کر لے۔ چنانچہ رمضان المبارک ان کے لیے رحمت کا مہینہ تھا۔

☆ یا ہوسکتا ہے کہ ان پر فرض کی گئی زکوٰۃ وصدقات اور ان سے طلب کیا گیا ''جہاد فنڈ'' ان کے لیے مصیبت بن گئے ہوں کیونکہ اس طرح ان کا مال صرف ہوتا تھا جبکہ غربت کے اُس دور میں ان کو پیسے کی اشد ضرورت تھی؟ مگر جب ہم ان کی زندگی پر نظر دوڑاتے ہیں تو وہ ہمیں بخوشی اور بڑھ چڑھ کر اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے ملتے ہیں۔ چنانچہ ہم نے غزوہ تبوک میں حضرت ابوبکرؓ کو دیکھا کہ گھر کا تمام کا تمام مال اٹھا کر مسجد نبوی میں جہاد فنڈ میں جمع کرا دیا، حضرت عمرؓ نے اپنے گھر کا آدھا مال واسباب جہاد فنڈ میں جمع کرا دیا، حتیٰ کہ انتہائی غریب اور مفلس ترین صحابہؓ نے ایک ایک کھجور کو بھی اللہ کی راہ میں دے دیا وغیرہ وغیرہ

اس سے قبل کہ ہم مزید کوئی بات آگے بڑھائیں آیئے! ہم اپنے رب کا مزید جواب سنتے ہیں جس میں ہمارے رب نے ہمیں سختی سے وارننگ دی ہے، وہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ أَحَسِبَ النَّاسُ أَن يُتْرَكُوا أَن يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ (2) وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ ﴾

''کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ بس اتنا کہہ دینے پر کہ ہم ایمان لائے ہیں ان کو یونہی چھوڑ دیا جائے گا اور انہیں آزمائشوں میں مبتلا نہ کیا جائے گا حالانکہ اس سے پہلے جو گزرے ہیں ان سب کو ہم نے آزمائشوں میں مبتلا کیا پس اللہ تعالیٰ ضرور یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ تم میں سے سچے کون ہیں اور جھوٹے کون'' (العنکبوت:2,3)

یہ تنبیہہ تو اللہ رب العالمین کی طرف سے ہر عام وخواص کے لیے ہے، اب ہم قرآن سے یہ پوچھتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان دل کا چھوٹا ہو اور اسے موجودہ ظالمانہ نظام کی پیدا کردہ سفاک ایجنسیوں سے خوف آتا ہو جبکہ وہ کلمۃ الحق بھی بلند کرنے کی خواہش رکھتا ہو مگر ظالموں کے پیدا کردہ حالات اسے خوف دلاتے ہوں تو ہم اللہ رب العالمین ایسے مسلمانوں کے بارے میں کیا حکم دیتے ہیں چنانچہ قرآن ہمیں بتاتا ہے:

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ فَإِذَا أُوذِيَ فِي اللَّهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللَّهِ وَلَئِن جَاءَ نَصْرٌ مِّن رَّبِّكَ لَيَقُولُنَّ إِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ أَوَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِمَا فِي صُدُورِ الْعَالَمِينَ (10) وَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنَافِقِينَ ﴾

''اور لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں کہ جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں مگر جب انہیں اللہ ہی کی راہ میں ستایا گیا تو یہی لوگ لوگوں کی ایذا سے ایسے خوفزدہ ہوئے کہ جیسے اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے اور اگر تیرے رب کی طرف سے تم کو فتح نصیب ہو جائے تو یہی لوگ آ کر کہیں گے کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہی تھے کیا اللہ دنیا والوں کے دلوں سے اچھی طرح واقف نہیں ہے؟ مگر یہ ہے کہ اللہ دیکھنا چاہتا ہے کہ تم میں سے ایماندار کون ہیں اور منافق کون ہیں؟'' (العنکبوت:10,11)

یہ اعلاناتِ الٰہی سننے کے بعد یہ تو مکمل طور پر واضح ہوگیا ہے کہ ہمیں اپنے رب کی طرف سے دی گئی ذمہ داریاں (فرائض) نبھاتے وقت ضرور آزمایا جائے گا اس کے بغیر ہماری مغفرت، نجات اور جنت کے حصول میں کامیابی نظر نہیں آتی۔ لیکن یہ سوال قائم ہے کہ آخر یہ آزمائشیں کیا ہونگی۔ چنانچہ اس کا جواب قرآن یوں دیتا ہے:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ○ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعونَ ○ أُولَـٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَـٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ﴾

''اور ہم کسی نہ کسی شے سے تمہاری آزمائش ضرور کریں گے، دشمن کے ڈر سے، بھوک پیاس سے، مال وجان اور پھلوں کی کمی سے اور خوش خبری ہے صبر کرنے والے لوگوں کو کہ جب ان میں سے کسی پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ کہہ اٹھتے ہیں کہ ہم تو صرف اللہ ہی کے لیے ہیں اور بے شک ہم نے اسی کی طرف واپس لوٹ جانا ہے (سن لو!) یہی تو وہ لوگ ہیں کہ جن پر ان کے رب کی طرف سے مہربانیاں اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں''

(البقرہ:155تا157)

سبحان اللہ یہی وہ تمام آزمائشیں ہیں جن کا واسطہ زندگی میں ہمارے ساتھ پڑتا ہے اور جن سے بچنے کے لیے ایک انسان حیلے بہانے بناتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ایک اور سوال اٹھا دیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو بذاتِ خود لامتناہی طاقت کا مالک ہے وہ جو کچھ کرنا چاہے کرسکتا ہے وہ خود ہی ان ظالموں سے نمٹ کیوں نہیں لیتا؟ اس کا جواب بھی قرآن یوں دیتا ہے:

﴿وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَانتَصَرَ مِنْهُمْ وَلَـٰكِن لِّيَبْلُوَ بَعْضَكُم بِبَعْضٍ﴾

''اور اگر اللہ چاہتا تو خود ہی ان سے نمٹ لیتا مگر وہ تم میں سے کچھ لوگوں کو کچھ لوگوں سے آزماتا ہے'' (محمد:4)

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ بلالؓ کو تپتی ریت پر لٹایا گیا، خباب بن منذرؓ کو بدترین تشدد کا نشانہ بنایا گیا اور سب سے بڑھ کر حضرت محمد ﷺ اور ان کے اہل خانہ کو شعب ابی طالب میں تین سال تک قید میں رکھا گیا۔ مگر قربان جائیں ان پر جو انہوں نے اللہ سے شکوہ کیا ہو۔ انہوں نے ان مشکلات پر صبر کیا کیونکہ انہیں صبر کا حکم تھا۔

چنانچہ ہم یہ بات سمجھ گئے کہ جو ہو گیا سو ہو گیا لیکن اب مزید کسی قسم کی سستی کی گنجائش باقی نہیں۔ گزشتہ تمام

بقیہ صفحہ نمبر 24 پر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حزب التحریر کی طرف سے متحدہ مجلسِ عمل کے نام کھلا خط

انگریز کے چھوڑے ہوئے کفریہ جمہوری نظام کی کوکھ سے اسلام جنم نہیں لے سکتا

محترم اراکینِ متحدہ مجلس عمل!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حزب التحریر نے آج سے ٹھیک پانچ سال قبل یکم نومبر 2002 کو آپ کے نام ایک کھلا خط ارسال کیا تھا جسے ملک کے طول وعرض میں عوام میں بھی تقسیم کیا گیا۔ اس خط کا عنوان تھا: ''**حزب التحریر کی طرف سے متحدہ مجلس عمل کو نصیحت**''۔ اس خط میں ہم نے 'الدین النصیحۃ' کی اسلامی بنیاد پر نصیحت کرنے کے ساتھ ساتھ آپ کو چند خطرات سے بھی خبردار کیا تھا۔ ہم نے آپ کو باور کرایا تھا کہ:

> ''سیرت نبوی ﷺ سے اخذ شدہ شرعی احکامات کی روشنی میں ہم سمجھتے ہیں کہ نظامِ اسلام کا نفاذ جمہوریت کے ذریعے ممکن نہیں۔ ترکی اور الجزائر کی سیاسی پارٹیوں کے تلخ تجربات سے بھی یہی ظاہر ہوا۔ جمہوریت میں قانون سازی کے لئے 51 فیصد اکثریت کی شرط اسلام کے نظامِ حکومت سے متصادم ہے...... گزشتہ 50 سال کے دوران اسلامی قانون سازی کے لئے جمہوری طریقہ کار اپناتے ہوئے اکثریت کی شرط قبول کرنا ہی درحقیقت پاکستان میں اسلام کے نفاذ میں سب سے بڑی رکاوٹ رہی ہے۔ آج بھی یہی شرط آپ کے آڑے آئے گی...... ہم آپ کو دعوت دیتے ہیں کہ آپ خلافت کے قیام کے لئے منہجِ نبوی اختیار کریں جس پر چل کر رسول اللہ ﷺ مدینہ میں پہلی اسلامی ریاست قائم کرنے میں کامیاب ہوئے۔''

مزید برآں ہم جانتے تھے کہ اس نظام اور حکومت میں شراکت کے بعد آپ کو اسلام پر سمجھوتہ کرنا پڑے گا، اسی لئے ہم نے اس خط میں آپ کو ان الفاظ میں خبردار کیا تھا:

> ''جمہوریت جیسے ذاتی مفاد کے نظام میں نظریات کی قربانی کو 'مفاہمت'، 'لچک'، 'ایڈجسٹمنٹ' اور 'قومی مفاد' کے خوبصورت لبادوں میں لپیٹا جاتا ہے۔ ......[اسلامی] اصولوں پر کسی بھی قسم کا سمجھوتہ، لچک یا روگردانی امت سے غداری کے مترادف ہوگا۔ ...... قرآن نے اسلام کے کچھ حصوں کو نافذ کرنے اور کچھ پر سمجھوتہ کرنے کی سختی سے ممانعت کی ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَاءُ مَن يَفْعَلُ ذَٰلِكَ مِنكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ﴾ 'کیا تم کتاب کے کچھ حصے پر ایمان رکھتے ہو اور کچھ حصے کا انکار کرتے ہو؟ تو تم میں سے جو شخص ایسا کرے گا، دنیا میں اس کے لیے رسوائی ہے اور آخرت کے دن ایسے لوگوں کو سخت ترین عذاب کی طرف لوٹایا جائے گا۔''

ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مندرجہ بالا تمام خدشات درست ثابت ہوئے!! آپ کی سیاست میں اسلام کے بجائے جمہوریت بذاتِ خود ایک ہدف بن گیا اور اس کو بچانے کے لئے آپ کو اسلام اور مسلمانوں کو داؤ پر لگانا پڑا۔ اس کی سب سے بڑی مثال سترھویں ترمیم ہے۔ مشرف جیسے غاصب اور غدار کو آئینی تحفظ فراہم کرنا اس ترمیم کا سب سے بُرا نتیجہ نہ تھا، بلکہ اس کا قبیح ترین پہلو یہ تھا کہ اس ترمیم کے ذریعے افغانستان میں جاری امریکی جارحیت کے لیے پاکستانی امداد کو قانونی تحفظ حاصل ہوگیا۔ نیز مشرف دور کے تمام اقدامات اور پالیسیوں کو آئینی قرار دے دیا گیا اور اس کے خلاف کسی بھی پاکستانی کو کسی بھی قسم کی قانونی چارہ جوئی سے بھی روک دیا گیا۔ جس کی وجہ سے کشمیر پر یوٹرن لینا، جہاد کو دہشت گردی قرار دے کر اس کے لئے فنڈز اکھٹا کرنے سے روکنا، پانچ سو سے زائد مسلمانوں کو امریکہ کے حوالے کرنا، افغانستان میں مسلمانوں کے قتلِ عام میں فرنٹ لائن سٹیٹ بننا، پاکستانی سرزمین پر امریکہ کو اڈے فراہم کرنا، نیز امریکہ کو پاکستان اور افغانستان کے مسلمانوں کے خلاف انٹیلی جنس فراہم کرنے جیسے تمام حرام اعمال حلال اور قانونی ٹھہرے۔ اور یہی نہیں بلکہ امریکی جارحیت کے لئے لاجسٹک سپورٹ کے نام پر فوجی رسد کی فراہمی بھی جائز بن گئی۔ چنانچہ ہم نے دیکھا کہ آپ کی سرحد اور بلوچستان حکومت نے امریکہ کو بم اور ہیل فائر میزائل کی ترسیل میں کسی بھی قسم کی رکاوٹ ڈالنا تو درکنار اس کو روکنے کی زبانی کلامی دھمکی دینا بھی مناسب نہ سمجھا۔ آپ ہی کے صوبوں سے بلا روک ٹوک امریکہ کو بارود، اناج اور انڈے فراہم ہوتے رہے۔ چنانچہ جو بم سرحد پار سے باجوڑ اور وزیرستان میں مساجد اور معصوم بچوں پر داغے جاتے رہے وہ پاک سرزمین اور آپ کے صوبوں سے ہی گزر کے افغانستان پہنچے تھے۔ یہ تمام ایک کھلے حرام کی پشت پناہی تھی جو اس نظام میں شامل رہنے کی بنا پر آپ کو چارو ناچار کرنا پڑی۔ تو کیا آپ اب بھی یہ خیال کرتے ہیں کہ اس کفریہ نظام کی کوکھ سے اسلام جنم لے سکتا ہے؟

موجودہ نظام میں ووٹ کی سیاست میں شامل ہونے کی آپ کو ایک اور بھاری قیمت ادا کرنا پڑی۔ یعنی اُن سیکولر پارٹیوں سے سیٹ ایڈجسٹمنٹ جنہیں ماضی میں اسلامی پارٹیاں ''چھوٹی'' اور ''بڑی برائی'' کے القابات سے پکارا کرتی تھیں۔ ایسے میں عوام میں آپ کے امیج اور ساکھ کو شدید دھچکا پہنچا۔ آپ عوام کو ظلم کی اس کالی رات میں ایک مسیحا کے بجائے اقتدار کی جنگ میں محض ایک اور شہ سوار نظر آئے۔ پھر عوام نے یہ بھی دیکھا کہ

آپ کی ایک جماعت نے پشاور کے ضلعی ناظم کے انتخابات میں ایک کمیونسٹ سوچ کی حامل پارٹی کے ممبر کو اپنا مشترکہ امیدوار بنایا۔ یہ وہ تمام ''سمجھوتے'' ہیں جن کا تقاضا یہ نظام ہراُس جماعت سے کرتا ہے جو اس میں شامل ہونے کا فیصلہ کرتی ہے۔ چنانچہ یہ نظام ایسے قوانین کے ذریعے سیاسی پارٹیوں کے ہاتھ باندھ دیتا ہے کہ جس کے بعد وہ کفر تو نافذ کرسکتی ہیں، اسلام نہیں۔ اس تلخ تجربہ کے بعد کیا آپ اب بھی یہ خیال کرتے ہیں کہ اس کفریہ نظام کی کوکھ سے اسلام جنم لے سکتا ہے؟

جس نظام میں شامل ہوکر آپ نے اسے شرعی حیثیت (legitimacy) فراہم کی، اس نظام نے ظلم کے تمام ریکارڈ توڑ دیے اور ماسوائے ڈیسک بجانے اور واک آؤٹ کرنے کے، آپ کوئی خاطر خواہ قدم نہ اٹھا سکے۔ جس کی وجہ سے حکمرانوں کو ظلم وجبر برپا کرنے میں نسبتاً آسانی ہوئی۔ اسمبلی کی اس سیاست نے آپ کو عوامی اور سٹریٹ پالیٹکس سے دور کر دیا۔ آپ جانتے ہیں کہ استعمار یا ان کے ایجنٹوں کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اسمبلی میں بیٹھی اقلیت میں سے کتنے اراکین نے بائیکاٹ کیا ہے یا بل کی مخالفت کی ہے۔ البتہ انہیں اس بات کا دھڑکا ضرور لگا رہتا ہے کہ کہیں یہ اقلیت ہزاروں افراد کو سڑکوں پر نہ لے آئے۔ چنانچہ آپ کا اسمبلی میں بیٹھ کر سیاست کرنا حکمرانوں کے لئے زیادہ مفید ہے، بجائے یہ کہ آپ عوام کو سڑکوں پر متحرک کرنے میں مصروف ہوں۔ جہاں تک کچھ لوگوں کا اس بنیاد پر نظام میں شامل ہونے کا تعلق ہے کہ ''سیاسی میدان خالی نہیں چھوڑنا چاہئے'' تو ہماری گزارش ہے کہ نظام میں تبدیلی کی خواہش رکھنے والے داعی کا سیاسی میدان ائیر کنڈیشنڈ اسمبلیاں یا ایم این اے ہاسٹل نہیں بلکہ 40 ڈگری سنٹی گریڈ میں دہکتی سڑکیں ہیں جہاں اسے عوام کو متحرک کرنا ہے۔ اگر ہم اپنے میدان ہی کو نہ پہچانیں تو پھر ہم دشمن کا مقابلہ اس 'گیلی پچ' پر کر رہے ہونگے جہاں ہمارے جیتنے کا کوئی امکان ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مقبوضہ کشمیر میں جدوجہد کرنے والی مسلمان سیاسی جماعتیں نظام کا حصہ بننے سے اس لئے گریزاں ہیں کیونکہ وہ جانتی ہیں کہ ایسا کرنے کی صورت میں کٹھ پتلی انتظامیہ اور نظام کو قانونی حیثیت حاصل ہو جائیگی۔ آج تک کسی نے بھی ان سیاسی جماعتوں کو بھارت کی پروردہ جماعتوں کے لئے سیاسی میدان کھلا چھوڑنے کا الزام نہیں لگایا!

رسول اللہ ﷺ کی تحریک کو روکنے کے لئے بھی قریش نے انہیں نظام اور اقتدار میں شراکت کی پیش کش کی تھی۔ اور آپ ﷺ کو کمپرومائز کی بنیاد پر اس وقت کی پارلیمنٹ یعنی ''دار الندوہ'' کا اپوزیشن لیڈر نہیں بلکہ بادشاہ بنانے کی پیش کش کی گئی تھی۔ قریش تو ''ایک سال آپ کا خدا اور ایک سال ہمارا خدا'' کی سیاسی ڈیل پر بھی آمادہ ہوگئے تھے لیکن اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ''لکم دینکم ولی دین'' کی آیت نازل کرکے ''کمپرومائز'' اور نظام میں شامل ہونے والی تمام بندگلیوں کو مسلمانوں پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ممنوع کر دیا تھا۔ افسوس! جب ہم ان شرعی احکامات کو بالائے طاق رکھ کر اپنی عقل اور حکمت کو فوقیت دیتے ہیں تو ہمارے ہاتھ ہزیمت اور ناکامی کے سوا کچھ نہیں آتا۔

جہاں تک موجودہ جمہوری نظام میں رہتے ہوئے اسلام کے نفاذ کا تعلق ہے، تو آپ کے پانچ سالہ دورِ حکومت نے رہے سہے شک وشبہ کو بھی ختم کر دیا ہے۔ آپ کے زیرِ حکومت دونوں صوبوں میں خالصتاً انگریز کا چھوڑا ہوا نظام ہی نافذ رہا، جسے آپ سے قبل دیگر سیکولر پارٹیاں اپنے دورِ اقتدار میں نافذ کرتی رہی ہیں۔ سودی بینک ہوں یا سینما گھر، غیر شرعی ٹیکسوں کا نظام ہو یا دہشت گردی کے خلاف جنگ، آپ نے دیگر صوبوں کی طرح اِن غیر اسلامی احکامات کو نافذ کیا۔ یہ بھی یاد رہے کہ اسلامی احکامات کو حسبہ بل یا شریعت بل کی شکل میں عوامی نمائندوں کے سامنے پیش کرنا اور پھر ان کی مرضی و رضا کے مطابق اسے تسلیم یا مسترد کرنا اسلام کی تضحیک ہے۔ اللہ کے حکم کے بعد کسی بھی مخلوق کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اس پر رائے شماری کروائے، کجا یہ کہ اُس کے پاس اسے مسترد کرنے کا اختیار بھی ہو۔ چنانچہ آپ اپنے پانچ سالہ دور میں موجودہ جمہوری نظام کے ذریعے اسلام نافذ کرنے میں مکمل طور پر ناکام رہے۔ اکثریت کو مقدس بنانے والا پاکستانی آئین کفر کے نفاذ کو محض یہ کہہ کر تحفظ فراہم کرتا رہا کہ اسمبلی کی اکثریت ابھی اسلام کا نفاذ نہیں چاہتی۔ تو کیا آپ اب بھی توقع کرتے ہیں کہ اس کفریہ آئین سے اسلام جنم لے سکتا ہے؟

جہاں تک اسلامی جمہوریت کا تعلق ہے تو درحقیقت اس کا سرے سے کوئی وجود ہے ہی نہیں اور یہ مغربی جمہوریت کی ہی ایک شکل ہے۔ جمہوریت میں ہر اچھا یا برا قانون اس وقت تک ملکی قانون نہیں بن سکتا جب تک پارلیمنٹ کے ممبران کی اکثریت اس کی توثیق نہ کردے۔ ''اسلامی جمہوریت'' میں بھی یہی معاملہ ہے۔ اسلامی جمہوریت میں ایک اسلامی قانون محض اس لئے ریاستی قانون نہیں بنتا کہ اس کا حکم اللہ اور اس کا رسول ﷺ دے رہے ہیں بلکہ فقط اس لئے قانون بنتا ہے کہ عوام کے نمائندوں کی اکثریت نے اسے بطور قانون قبول کرلیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' میں سود، عریانی وغیرہ کی قطعی حرمت کے باوجود یہ حرام امور محض اس لئے حلال ہیں کیونکہ اسمبلی میں بیٹھے ''ارباب من دون اللہ'' نے ان اعمال کو حرام قرار نہیں دیا۔ تو ایسے میں کیا حاکمیت اعلیٰ اللہ کے پاس ہے یا ان پانچ سو کے لگ بھگ گریجویٹس کے پاس جو اسمبلی میں بیٹھے ہیں؟ چنانچہ اسلامی جمہوریت میں اللہ کی طرف سے قانون عطا کیے جانے کے بعد بھی انسان کو یہ اختیار حاصل رہتا ہے کہ وہ اس پر رائے شماری کرائے اور پھر اکثریت کہے تو یہ فیصلہ قبول کرلیا جائے اور اگر اکثریت رد کردے تو پھر اللہ کا یہ فیصلہ مسترد سمجھا جائے گا۔ جبکہ ارشادِ باری ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ﴾

''اللہ اور اس کا رسول ﷺ جب کسی معاملے کا فیصلہ کردیں تو کسی مومن مرد یا عورت کے لیے **اس معاملے میں کوئی اختیار نہیں**۔'' (الاحزاب:36)

لہٰذا معلوم ہوا کہ اگر پارلیمنٹ سو فیصد متقی افراد پر بھی مبنی ہو اور ان کے سامنے اللہ کے واضح احکامات مثلاً سود کی حرمت، شراب کی حرمت، زنا کی حرمت وغیرہ جیسے قوانین ''رائے شماری'' کے لئے پیش کئے جائیں اور پھر یہ پارلیمنٹ سو فیصدی اکثریت کے ساتھ اس ''قانونی بل'' کی توثیق بھی کردے تب بھی قوانین بنانے کا یہ عمل بذاتِ خود حرام ٹھہرے گا۔ کیونکہ مندرجہ بالا آیت کی روشنی میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اللہ کے قوانین پر **کوئی اختیار نہیں دیا** جس کا مطلب ہے کہ اللہ کے قانون پر انسان کے پاس ہاں

کہنے کا **اختیار** ہے نہ ہی ''ناں'' کہنے کی جرأت۔ بلکہ ایک مؤمن کے پاس محض اسے نافذ کرنے کی ذمہ داری ہے۔ دوسرے لفظوں میں اسلامی احکامات کو ملکی قوانین بننے کے لئے عائد کردہ 51% نمائندوں کے ووٹوں کی شرط خلافِ شریعت ہے۔ خلفاء راشدین کے دور میں ہمیں کبھی کوئی ایسی مثال نہیں ملتی جس میں ان خلفاء نے اسلامی حکم کے نفاذ کو عوامی اکثریت سے مشروط کیا ہو۔

ایک وقت تھا جب عوام آپ کے ایک اشارے پر سڑکوں پر آنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ جس کا عملی مظاہرہ ہم نے مسئلہ قادیانیت اور نظامِ مصطفی کی تحریک کے موقع پر دیکھا۔ لیکن آج وہ آپ کی کال پر سڑکوں پر آنے کے لئے تیار نہیں۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ عوام بے حس ہوگئے ہیں یا وہ اپنے سیاسی معاملات سے بے پرواہ ہیں یا وہ اسلام کے نفاذ کے خواہشمند نہیں رہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس نظام کا حصہ بن کر آپ نے معاشرے میں اپنا امتیازی مقام کھودیا ہے۔ عوام اس نظام سے اس قدر بیزار ہیں کہ آزادانہ ذرائع کے مطابق سابقہ انتخابات میں محض تقریباً 20 فیصد ووٹروں نے اپنا حق رائے دہی استعمال کیا۔ ایسے میں آخر آپ ان 80 فیصد عوام کے دل کی آواز بن کر اس نظام کو مسترد کیوں نہیں کرتے؟ آخر آپ اس مسترد شدہ نظام سے باہر نکل کر اس گرتی ہوئی دیوار کو آخری دھکا کیوں نہیں دیتے؟ عوام پہلے ہی مشرف کی روشن خیالی اور اعتدال پسندی کو مسترد کر چکے ہیں اور ان کی دلوں کی آواز اسلام کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ اس جمہوری سیاست کی کوکھ سے اسلام جنم نہیں لے سکتا، جبکہ دیہی علاقے میں رہنے والی پاکستان کی ستر فیصد عوام آج بھی وڈیرے، جاگیردار اور برادری سسٹم کی غلام ہے۔ ایسے میں اس اکثریت سے یہ توقع کرنا کہ وہ ووٹ کا صحیح استعمال کرتے ہوئے 'اسلامی انقلاب' برپا کردیگی، ایک انہونا خواب ہے۔

ہم آپ کو نصیحت کرتے ہیں کہ آپ نہ صرف موجودہ نظام میں شرکت سے احتراز کریں بلکہ اس نظام کو علی الاعلان کفر بھی قرار دیں۔ عوام آپ کو اس نظام کا حصہ بنا دیکھتے ہیں اور ان کے ذہنوں میں اس نظام کے کفریہ ہونے کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا ہو جاتے ہیں۔ آج اگر آپ اس نظام سے برأت کا اظہار کرتے ہوئے اسے غیر اسلامی قرار دے دیں تو کل ہی یہ نظام عوام کے عدم اعتماد کی بنا پر اپنے ہی وزن سے گر پڑیگا۔ یہ وہ نظام ہے جہاں اللہ کی حدود پامال کی جا سکتی ہیں، جہاں اللہ اور رسول ﷺ کا قانون عوامی توثیق کا محتاج ہوتا ہے، جہاں اقوامِ متحدہ کی قراردادیں قرآن وسنت سے بالاتر ہوتی ہیں، جہاں سود اور فحاشی حلال ہوتی ہے، جہاں انگریز کا عدالتی نظام بدستور نافذ العمل رہتا ہے، جہاں شریعت کا مطالبہ کرنے والوں کو دہشت گرد قرار دے کر بارود اور فاسفورس سے بھون دیا جاتا ہے، جہاں ڈارون کی کفریہ تھیوریاں معصوم ذہنوں پر نقش کی جاتی ہیں، جہاں اسلام کا دشمن محفوظ اور مومن غیر محفوظ ہوتا ہے۔ یہ وہ نظام ہے جہاں اسمبلی کی اکثریت کہے تو اربوں روپے کے لٹیرے یک جنبشِ قلم پارسا بن جاتے ہیں۔ جہاں ''مفاہمت'' کے نام پر لٹیرے اور قاتل حکمران بنادئے جاتے ہیں۔ محترم بھائیو! جمہوریت انسانی خواہش و ھویٰ کی تسکین کا نظام ہے۔ اس نظام میں حاکمیت اعلیٰ اللہ کی بجائے انسان کو حاصل ہے اور اسی وجہ سے یہ نظام کفر ہے۔ تو کیا آپ اب بھی یہی سمجھتے ہیں کہ اس کفر نظام کو بچا کر اس کے ذریعے اسلام نافذ کیا جاسکتا ہے؟

ہم آپ کو پکارتے ہیں کہ آپ اپنی تمام تر توانائیاں خلافت ِ راشدہ کے دوبارہ قیام میں صَرف کریں۔ نیز آپ اس سلسلے میں اس منہج نبوی ﷺ کی اتباع کریں جس پر چل کر آپ ﷺ مدینہ میں پہلی اسلامی ریاست قائم کرنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ یہ شرعی طریقہ عوام میں فکری اور سیاسی جدوجہد کے ذریعے اسلام کے نفاذ کے لئے رائے عامہ پیدا کرنا، ان میں سیاسی بیداری پیدا کرتے ہوئے انہیں متحرک کرنا اور اہلِ قوت عناصر کو قائل کرتے ہوئے ان سے اسلام کے نفاذ کے لئے غیر مشروط مدد و نصرت طلب کرنا ہے۔ آخر میں ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ وہ اس نصیحت کے اس عمل کو اپنے حضور قبول کرے اور ہم سب کو ریاستِ خلافت کے قیام کے ذریعے اسلام کو نافذ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین!

﴿ وَ مَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ ﴾

''اور ہمارے ذمے تو بس واضح طور پر پیغام کو پہنچا دینا ہے'' (یٰس: 17)

یکم نومبر 2007

حزب التحریر
ولایہ پاکستان

•••

بقیہ صفحہ نمبر 21 سے

مؤمنین بمقابلہ ظالم حکمران

بحث کی روشنی میں ہم یہ نتیجہ اخذ کرسکتے ہیں کہ:

☆ جب تک ہم تمام فرائض پورے نہ کریں گے تب تک ہماری بخشش محال ہے خواہ ان میں آزمائشیں ہیں یا نہیں۔

☆ جب تک ہم تمام حرام کاموں سے اجتناب نہ کریں گے تو اللہ کی رضا ممکن نہیں۔

☆ اگرچہ ہم آج تک صوم وصلوٰۃ، حج زکوٰۃ، صدقات اور دوسرے فرائض ادا کرنے میں اپنی پوری کوشش کرتے رہے ہیں جن کی ادائیگی نسبتاً آسان ہے اور ان میں شاید آزمائشیں نہ تھیں۔ مگر اب ہمیں ظالم حکمرانوں کے سامنے سینہ سپر ہوکر کھڑا ہونا پڑے گا ان کا احتساب کرنا پڑیگا، امتِ مسلمہ کو ان کی چالبازیوں، مکاریوں، جھوٹ و فریب اور ظالمانہ اقدامات سے مسلسل آگاہ رکھنا ہوگا اور ان کے کافرانہ نظاموں کو چیلنج کرتے ہوئے اس کی جگہ خلافت کا پاکیزہ نظام قائم کرنے کے لیے دن رات ایک کرکے محنت اور جدوجہد کرنا ہوگی۔ اس راہ میں خواہ ہم پر تشدد کیا جاتا ہے یا اذیت دے کر ہمیں شہید کردیا جاتا ہے، یہ ہمارا ذاتی کام نہیں کہ اتنی تکلیفیں برداشت کریں مگر محض اپنے رب کا حکم مانتے ہوئے سرِ تسلیم خم کریں اور ایسا کرنے کے لیے ہم اپنے رب کی طرف سے مجبور بھی ہیں وگرنہ ہمارے اور ہمارے ظالم حکمرانوں کے یومِ آخرت کے ٹھکانوں میں کوئی خاص فرق نہ ہوگا۔ اور اللہ نے رسول اللہ ﷺ پر وحی کی جسے ترمذی نے ابو بکر الصدیقؓ سے روایت کیا کہ: ''اگر لوگ کسی ظالم کو ظلم کرتا دیکھیں اور اسے روکنے کے لیے کچھ نہ کریں تو قریب ہے کہ ان لوگوں کو بھی اللہ کی طرف سے عذاب دیا جائے'' (ترمذی)

اور اسی طرح جو ظالم حکمران کے خلاف کلمہ حق بلند کرنے کے نتیجے میں مارا جاتا ہے اس کے لیے اجرِ عظیم ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص کو سید الشہداء کے نام سے پکارا ہے یعنی وہ روزِ حساب شہدا کا سردار ہوگا۔

•••

جمہوری تماشہ اور خلافتِ راشدہ

ایڈووکیٹ سعدیہ راحت
ایل ایل بی آنرز، شریعہ اینڈ لاء
(انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد)

جمہوریت کا عشق عطا کردۂ اغیار
شوریٰ کے لبادے میں کیا خوب یہ پرچار

مغرب کے نظریے سے جو پھوٹا اصولِ خاص
کہتا ہے فرنگی یہی ہے دین کی اساس

جمہوریت ہوتی اگر اسلام کا مقصود
انسان کو کافی تھا ارسطو کا پھر وجود

یہ طرز حکومت نہیں اللہ نے اتارا
پرکھو نہ عقل پہ، کہ ہیں احکام، خدارا!

سمجھا ہے مسلماں اسے بس نامِ الیکشن
ہوتی ہے جہاں عقل شریعت پہ رائے زن

انساں کو غلامی میں انساں کی دیا ہے
ممبر اسمبلی کا، بن بیٹھا خدا ہے

جمہوریت وہ طرز حکومت ہے بے گماں
قانون بناتا ہے جہاں حضرت انساں

کرتا ہے زنا، سود اور جوئے کو جو حلال
کہتے ہیں جہاں میں اسے جمہورِ ''باکمال''

کس کا نمائندہ وہ کہاں کا نمائندہ؟
جس کو سجھائی دے بس اپنا ہی فائدہ

شوکت عزیز ہی ہے کیا امت کا رہنما؟
حلقے میں اپنے جو کبھی اک دن بھی نہ رہا

پیسہ وہ الیکشن پہ لگاتے ہیں کس لئے
ایک ایک کے سو سو جو بناتے ہیں اس لئے

جیبیں بھریں تجوریاں، بنائیں یاں محل
کوئی نہیں محاسبہ، ہے سب یہاں سہل

سمجھے ہیں جو حضرات اسے مغرب ہی کی خامی
کہتے ہیں کہ جمہوریت ہے عین اسلامی

''اصلی جمہوریت'' کے خواب دیکھتے ہیں وہ
اسلام کا اس میں سراب دیکھتے ہیں وہ

جمہوریت کا وعظ خواں ہے آج امریکا
کیا آرزو ہے اس کی یاں نظام مصطفیٰ؟

جمہوریت شرقی ہے نہ غربی نہ اسلامی
قانون بناتے نہ تھے اصحابؓ گرامی

ہو مغربی جمہوریت یا کہنے کو اسلامی
قانون بناتے ہیں یاں حضرتِ فانی

جب '' سودِ شرعی '' کا تصور بھی ہے محال
'جمہورِ اسلامی' کی بھی ایسی ہی ہے مثال

انسان ہی شارع ہے جاں انسان ہی آقا
قانونِ الٰہی یہاں محتاج عقل کا

ہو کثرتِ رائے تو بہت خوب بسم اللہ
یاں حکم الٰہی پہ ہے ووٹنگ کا سلسلہ

جو حسنِ اتفاق سے کثرت ہو با شرع
پھر بھی حرام ہے یہاں ووٹنگ سے فیصلہ

اللہ نے ہے قرآن میں جو صاف کہہ دیا
مؤمن کو اختیار یہ ہر گز نہیں ملا

اللہ نے اور رسول ؐ نے جو فیصلہ کیا
اس پہ کہے وہ ہاں یا اس پہ کہے وہ نا

جمہوریت ہرگز نہیں اسلام پر مبنی
حلت ہو یا حرمت، نہیں کثرت کی کسوٹی

قانونِ فرد واحد ہو یا گروہ مقتدر
شارع کی نظر میں ہوئے مردود و بے اثر

جمہوریت کی راہ سے نہ آیا کبھی اسلام
تاریخ گواہ ہے کہ رہا بس خیالِ خام

ترکی میں جیت کر بھی مسلماں نہیں جیتے
نافذ نہ الجزائر میں اسلام کر سکے

وطن عزیز میں بھی ہے ایک صوبۂ سرحد
حسبہ نہ واں پہ ہو سکا نافذ بہ ردو کد

ہو مصر و پاکستان یا ہو انڈونیشیاء
ممکن نہیں ہے کفر سے اسلام کی بنا

امت کی تمناؤں کی بس ایک ہی تعبیر
بدلے گی خلافت ہی مسلمان کی تقدیر

ہے حکم الٰہی جہاں اول جہاں آخر
جرأت نہیں بدلے اسے خلیفہ و ممبر

یاں مجلس امت کے بس دو ہی کام ہیں
حاکم کی پوچھ گچھ ہے، امورِ عوام ہیں

قانون ساز ذات ِالٰہی ہے بس فقط
چوں کرنے کی جرأت نہ خلیفہ میں ہے سکت

آگاہ ہے خوب ترکہ بس ایک کفر کا نفاذ
کافی ہے کرنے کو اسے عہدے سے بے نیاز

پہنچیں یہاں عوام کے اصلی نمائندے
یاں مجلس امت کو مل نہ پائیں فائدے

مطلب کے قوانین بھی یاں بن نہ پائیں گے
مسئلے عوام کے ہی فقط سب اٹھائیں گے

مسلم کی تمنا ہے بس اسلامِ محض تک
جمہوریت ہے کفر اسے چھوڑ دے بے شک

جمہوریت کا بت بھی آج توڑ ڈالئے
ہمراہِ آمریت اسے پھوڑ ڈالئے

•••

کارکردگی

حسن عزمی

چرچا کریں بہت کارکردگی کا اپنی یہ نادان حکمران
نام کی ترقی پر ہوں جاری ان کے پُرفریب بیان

عوام نہ مانیں ان کی قسمیں نہ ان کے اعلان
اقتدار والوں کے کج عمل کی ہے قوم کو پہچان

مفاد پرستی کو ملے فروغ اور سرمایہ دار بنے پہلوان
ایسے نظام میں پھر کیسے ہوں لیڈر سچے اور پُرایمان

سالوں سے لٹائیں کافروں کو جو عوام کے مال وجان
نجکاری عوامی اداروں کی بنے معاشی غلامی کا نشان

صبح وشام یہ قومیت واختلاف کا ہی اٹھائیں طوفان
ہر اہم مسئلے پر مغالطے اور سمجھوتے کی ہو جب اٹھان

انکاری ہوں نفاذِ شریعت سے اور کریں قوت پر مان
تہذیب مغرب اور سرمایہ داریت ہے ان کی جان

ہو جرم، کرپشن، دھاندلی اور چاہے مہنگائی کا طوفان
جیت کے رہیں گے پھر بھی الیکشن آیا شاہی فرمان

دل گرفتہ ہر ایک مسلم اور مستقبل سے پریشان
دعا کریں سب جلد ہی چھوٹے ان ظالموں سے جان

دھوکہ نہ کھائیں عوام جو چہرے بدلیں یہ حکمران
نظام نہ بدلے تو ہرگز نہ سمجھیں ہوگی زندگی آسان

اُٹھو اور بدلو ظلم وجبر کے یہ ضابطے اور قانون
نظامِ حق نہ آئے جب تک، ہو کیسے زندگی میں آمان

آئے حکمران، گفتار وکردار میں جو ہو حنیف مسلمان
خلافت ہو نظام ملک کا، عزمی یہی حکمِ ربِ رحمٰن

•••

پاکستان کی سیاست میں امریکی اور برطانوی وفاداروں کی کشمکش

سوال: امریکہ نے، جو پاکستان پر مکمل اثر ورسوخ رکھتا ہے، بے نظیر بھٹو کے لیے عام معافی اور اس کی پاکستان واپسی کو کیسے قبول کرلیا ؟ اس حقیقت کے باوجود کہ اس کی تمام تر وفاداریاں برطانیہ کے لیے ہیں جہاں پر اس نے گزشتہ آٹھ سال گزارے ہیں؟

دوسرا یہ کہ ان واقعات کے تحت پاکستان کس رخ کو جا رہا ہے؟

(اس سوال کا جواب بے نظیر کے قتل سے قبل 26 اکتوبر 2007 کو تحریر کیا گیا تھا)

جواب: اس سوال کا جواب ہم سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ ہم ماضی کا مطالعہ کریں:

(1) پاکستان میں تبدیلیوں کی رفتار اس وقت تیز تر ہوگئی جب امریکہ کی حکومت بش اور نیو کنزرویٹو (Neo-Conservatives) نے سنبھال لی، بالخصوص 9/11 کے دھماکوں کے فوراً بعد۔ افغانستان پر امریکی جارحیت کا واقعہ پاکستانی صدر پرویز مشرف کے لیے بہت اہم تھا۔ پرویز مشرف، جو اس خطے میں امریکہ کا سب سے بڑا ایجنٹ ہے، نے نہ صرف افغانستان پر امریکی جارحیت کا ساتھ دیا بلکہ وہ پاکستان کے اندر بھی مسلمان مجاہدین کے خلاف امریکی جنگ کا حصہ بنا۔ مشرف کا امریکہ کی ''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' (یعنی اسلام کے خلاف جنگ) میں حصہ دار بننا اس بات کا کھلا اعلان تھا کہ یہ کشمیر اور پاکستان کی جہادی تنظیموں کے خلاف ایک نئی صلیبی جنگ ہے، جو پاکستان کو اپنا مضبوط مرکز سمجھتے تھے اور اسے جہادی تیاریوں کے لیے استعمال کرتے تھے۔

امریکہ کا اتحادی بننے کے بعد مشرف مجاہدین کو پاکستان میں ان کے مضبوط اور محفوظ مراکز سے محروم کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ اس کی کامیابی ایک ایسے کام میں تھی جس میں تمام پچھلی پاکستانی حکومتیں ناکام ہو چکی تھیں یعنی مجاہدین کے کیمپوں کو بند کرنا۔ مشرف نے مجاہدین کو گرفتار کیا، ان پر مقدمات چلائے اور انہیں دہشت گرد قرار دے دیا۔

مجاہدین کی حمایت بند کرکے، خائن مشرف نے انڈیا کو ایسے تحفے سے نوازا جو اس کے لیے نہایت اہم تھا اور جس کا وہ دہائیوں سے انتظار کر رہا تھا۔ اس اقدام سے ہندو نہایت مسرور تھے اور ان سب نے ''اسلامی دہشت گردی'' کی نام نہاد اصطلاح کو دل وجان سے قبول کرلیا، جو کہ بش انتظامیہ کی اسلام کے خلاف جنگ کا ایک حصہ تھی۔ چنانچہ ہندوؤں نے کشمیر میں جاری جدوجہد آزادی کو دہشت گردی کی ایک قسم قرار دیا۔ اور اس معاملے میں موجودہ کانگریسی حکومت، جس کی وفاداریاں برطانیہ کے ساتھ ہیں اور پچھلی دائیں بازو کی حکومت جو کہ بی جے پی کی سربراہی میں قائم تھی اور جس کی وفاداریاں امریکہ کے لیے تھیں، دونوں میں کوئی فرق نہیں۔

(2) امریکی انتظامیہ مشرف سے مزید مطالبات کرنے سے نہیں رکی، یقیناً جو شخص اپنی عزت نہیں کرتا، اس کو ذلت ورسوائی کے گڑھے میں مزید دھکیل دیا جاتا ہے۔ امریکی CIA کے ایک عہدے دار نے 23 جولائی 2007ء کو امریکی جریدے نیویارک ٹائمز میں اس بات کی دھمکی دی کہ وہ قبائلی علاقوں کو تباہ کردے گا۔ اس کے دو دن بعد امریکی سنٹرل انٹیلی جنس ایجنسی کے ڈائریکٹر مائیکل اونیل نے کہا کہ اسامہ بن لادن افغانستان کی سرحد کے ساتھ پاکستانی علاقے میں ہے اور اس نے اس بات کا مطالبہ کیا کہ مشرف اپنی آرمی کو سرحدی علاقوں میں متحرک کرنے کے لیے مزید کچھ کرے۔

جی ہاں یقیناً امریکی انتظامیہ پاکستان کی آرمی کی امریکہ کے لیے موجودہ خدمات سے خوش نہیں اور وہ ان سے مزید کا مطالبہ کرتی ہے اور انہیں نہایت قبیح اور مشکل کام کرنے کو کہتی ہے۔

امریکی انتظامیہ نے مشرف سے یہ مطالبہ بھی کیا کہ وہ اسی طرح کی کاروائیاں اسلامی تحریکات کے خلاف جاری رکھے اور طالبان، حرکت المجاہدین (سابقہ حرکت الانصار) جیش محمد اور اس جیسی دوسری تنظیموں کے خلاف لڑے اور افغانستان کے ساتھ 1500 کلومیٹر طویل سرحد کو محفوظ بنائے۔ ایسا کرنا اس بات کو یقینی بنائے گا کہ مجاہدین پاکستانی علاقوں کو افغانستان میں امریکی اور نیٹو کی قابض افواج کے خلاف جہاد کے لیے استعمال نہ کرسکیں۔ امریکی انتظامیہ پاکستان سے اس بات کا بھی مطالبہ کر رہی

ہے کہ وہ قبائلیوں کے خلاف ایک مکمل اور فیصلہ کن جنگ کرے، جو صریح انداز میں طالبان اور القاعدہ کی حمایت کرتے ہیں۔

غالباً امریکی ڈپٹی سیکرٹری آف سٹیٹ نیگروپونٹے، جو بش انتظامیہ میں سے وہ شخص ہے جو خانہ جنگی اور خونریزی کو ہوا دینے اور اسے بھڑکانے کا ماہر ہے، کا جولائی 2007 میں پاکستان کا دورہ اس مقصد کو یقینی بنانے کے لیے تھا کہ مشرف کو مسلسل مسلمانوں کے ساتھ غداری کرنے اور اپنے آپ کو امریکیوں کی خدمات سرانجام دینے کے صلے میں اقتدار میں قائم رکھا جائے۔ اور نیگروپونٹے نے اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ اس نے اپنے پاکستان کے دورے کے دوران قبائلی علاقوں میں فوجی آپریشن کرنے کے مسئلہ پر بات کی ہے۔

(3) درحقیقت مشرف امریکہ کی طرف سے اپنے لیے بے رحم اور سخت پالیسی کا عادی ہو چکا ہے اور وہ اپنے آقا کے لیے نہایت مخلص ایجنٹ ثابت ہوا ہے، جو اس کے لیے سب کچھ کرنے کے لیے تیار رہتا ہے چاہے وہ اس کے اپنے لوگوں اور ملک کے مفاد کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ وہ اپنے آقا کے لیے ایک اثاثہ ہے اور ایک ایسا قابلِ بھروسہ آدمی ہے جو پاکستان جیسے متلون مزاج (volatile) علاقے میں اپنے آقا کی مقرر کردہ تمام تر شرائط کو پورا کرتا ہے۔

اس نے افغانستان پر امریکی جارحیت کی حمایت کے ذریعے اور خطے میں خبیث امریکی منصوبوں کی تکمیل کے لیے پاکستان کو امریکہ کا فرنٹ لائن اتحادی بنا کر متعدد بار مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی ہے۔

مشرف نے افغان سرحد کے ساتھ قبائلی علاقوں جیسے وزیرستان اور بلوچستان میں اپنی افواج کو نہ صرف متحرک کیا بلکہ ان افواج کی تعداد کو صرف افغان سرحد کے ساتھ 80 سے 90 ہزار تک بڑھا دیا اور آج (26 اکتوبر 2007) اس نے پشاور کے شمال میں وادی سوات کے مسلمانوں کے خلاف فوجی چڑھائی شروع کر دی ہے جن کا قصور فقط یہ ہے کہ وہ اپنے علاقے میں اسلام کے احکامات کا نفاذ چاہتے ہیں۔

یہ سب اس لیے کیا جا رہا ہے تاکہ واشنگٹن کی شروع کردہ خونی جنگ کو مزید بھڑکایا جا سکے جو یہ چاہتا ہے کہ مسلمانوں کے درمیان اس کا ایجنٹ مشرف اقتدار پر قابض رہے یعنی وہ جنگ جس میں ایک طرف پاکستانی فوج ہو اور دوسری طرف مسلمان قبائلی اور ان کے درمیان ٹکراؤ کے تسلسل کے لیے اشتعال انگیز ماحول کو برقرار رکھا جائے۔ وہ تحریکات جو مشرف کی امریکہ کی تابعداری کے خلاف بطور احتجاج اٹھتی ہیں مشرف ان تحریکات کو اس طرح ڈیل کرتا ہے کہ جس سے ماحول پرسکون ہونے کی بجائے مزید بگڑ جائے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا جب اگست 2006 میں اس نے جان بوجھ کر 79 سالہ بزرگ بلوچ رہنما اکبر خان بگٹی کے قتل کا حکم دیا، جس نے اس بحران کو مزید بڑھا دیا۔ بگٹی ''بوڑھے شیر'' کے نام سے جانا جاتا تھا اور وہ ستر کی دہائی میں گورنر اور وزیر جیسے اہم عہدوں پر فائز رہا۔

(4) بگٹی کے قتل کے بعد ستمبر 2006 میں پاکستان آرمی نے پرتشدد بحران کو روکنے اور خانہ جنگی سے بچنے کے لیے مشرف پر دباؤ ڈالا کہ وہ قبائلیوں سے ایک معاہدہ کرے۔ امریکہ نے اس معاہدے کی مخالفت کی کیونکہ پرتشدد بحران کو قائم رکھنا ہی اس کے فائدے میں تھا۔ چنانچہ نومبر 2006 میں امریکہ نے نیٹو فورسز کے ذریعے باجوڑ پر ایک خونی حملہ کیا تاکہ اس کے ذریعے قبائلیوں سے کئے گئے معاہدے کو ٹھیس پہنچائی جائے۔ اس کے بعد امریکی عہدیداروں نے متعدد بار اس معاہدے پر تنقید کی اور مشرف سے اس بات کا مطالبہ کیا کہ وہ اپنی افواج کو قبائلی علاقوں میں متحرک کرے، یہ سب معاہدے کو منسوخ کرنے کے لیے تھا۔ یہی وجہ تھی کہ کونڈا لیزا رائس نے 16 فروری 2007 کو کانگرس کے سامنے کی گئی تقریر میں اس معاہدے پر تنقید کی اور اسی دن امریکی نائب صدر ڈک چینی نے اپنے دورۂ پاکستان کے دوران اس معاہدے کے خلاف آواز اٹھائی۔ چنانچہ مشرف نے تناؤ کو برقرار رکھنے اور معاہدے کی منسوخی کا راستہ صاف کرنے کے لیے فوج کو قبائلی علاقوں میں متحرک کر دیا اور یوں اس نے اپنے آقا کی خواہشات کو پورا کیا۔ اس سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ امریکہ خطے میں تناؤ ختم نہیں کرنا چاہتا اور وہ اس بات کو زیادہ ترجیح دیتا ہے کہ اس خطے میں جنگ کا ماحول قائم رہے تاکہ اس کے ذریعے مسلمان یہاں مصروف رہیں اور وہ افغانستان میں اس کے قبضے کے خلاف مزاحمت نہ کریں۔ چنانچہ اسی لئے امریکہ مشرف کو اپنا اثاثہ سمجھتا ہے کیونکہ اس نے دل وجان سے امریکہ کے ایجنڈے کو پورا کیا ہے۔

اس کے بعد اس معاملہ میں کہ پاکستان کو کیسے قبائلی اور القاعدہ کے ٹھکانوں پر مزید حملے کرنے کے لیے تیار کیا جائے، وائٹ ہاؤس کے ترجمان ٹونی سنو نے دعویٰ کیا کہ القاعدہ پاکستان کے لیے ایک نمایاں خطرہ ہے اور وہ ایسے امکانات کا جائزہ لے رہے ہیں کہ جس کے ذریعے پاکستان کے اندر القاعدہ کے خاص ٹھکانوں کو نشانہ بنایا جاسکے۔

چنانچہ اس کے ردعمل کے طور پر پاکستانی وزیراعظم نے بیان دیا کہ پاکستان بذات خود ایسا کوئی بھی آپریشن کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور شوکت عزیز نے صاف صاف کہا کہ اس کا ملک کسی کو بھی اس بات کی اجازت نہیں دے گا کہ وہ پاکستان کے اندر کسی بھی دہشت گرد تنظیم کے خلاف کسی قسم کا آپریشن کرے۔ چنانچہ اس طرح کا تاثر دینے سے کہ پاکستان نے بڑی بہادری سے امریکہ کو اس بات سے منع کر دیا ہے کہ وہ اس کے علاقوں میں کسی قسم کا آپریشن کرے، درحقیقت پاکستان نے اپنے آپ کو اس بات کا پابند بنا لیا کہ وہ خود ایسے ٹھکانوں پر حملے کریگا ورنہ ایسا نہ کرنے کی صورت میں امریکہ ان ٹھکانوں پر حملہ کرے گا۔

(5) انہی واقعات کے تسلسل میں جولائی 2007 کے وسط میں لال مسجد پر ایک نفرت آمیز حملہ کیا گیا جو اس بات کا نتیجہ تھا کہ آرمی اور قبائلیوں کے درمیان معاہدہ اختتام پذیر ہو چکا تھا اور حقیقی جنگ کا سا سماں تھا لیکن یہ جنگی ماحول امریکہ اور مسلمانوں کے درمیان نہیں تھا، جیسا کہ ہونا چاہیے بلکہ مسلمان قبائلیوں اور پاکستانی فوج کے درمیان تھا جو غدار مشرف اور اس کی حکومت کی طرف سے اپنی افواج کو قبائلیوں کے سامنے لاکھڑا کرنے کی وجہ بن گیا تھا۔ چنانچہ بش کے مشیر برائے قومی سلامتی سٹیفن ہیڈلے نے اعلان کیا کہ امریکہ اس فوجی چڑھائی کو مثبت انداز میں دیکھتے ہیں اور وہ اس کی حمایت کرتے ہیں۔

لہٰذا مشرف کی قبائلیوں کے خلاف دشمنی عیاں ہو چکی تھی اور بعد میں یہ مزید واضح ہوئی جب اس نے لال مسجد

پر حملہ کر کے وہاں پر علماء کا سفا کانہ قتل عام کیا اوران تمام صلح کی کوششوں کو مسترد کر دیا جو یقیناً سود مند ثابت ہوسکتی تھیں۔ اوراس کے ساتھ ساتھ اس نے گرفتاری کے دوران اور بعد میں علماء کے ساتھ انتہائی ذلت کا سلوک روا رکھا۔

یہ وہ حد درجے کی نفرت ہے جو مشرف قبائیلوں کے خلاف رکھتا ہے۔

(6) جہاں تک کشمیر کا تعلق ہے تو امریکہ یہ خواہش رکھتا ہے کہ اس کی سرحدیں اسی حالت میں قائم رہیں جیسی آج ہیں اور ایسا کرنا انڈیا کے حق میں بہتر ہے، کیونکہ امریکہ مشرق اور جنوبی ایشیاء میں چین کے بڑھتے ہوئے اثر ورسوخ کو انڈیا کے ذریعے روکنا چاہتا ہے۔ چنانچہ مشرف ان دونوں مما لک (انڈیا، پاکستان) کے درمیان نارملائزیشن کے لیے متعدد اقدام اٹھا چکا ہے جیسا کہ نومبر 2003 میں کشمیر پر سیز فائر پر رضا مندی اور جنوری 2004 میں امن مذاکرات کا دوبارہ آغاز۔ ان اقدامات سے اس بات کے لیے راہ ہموار ہوگئی کہ دونوں مما لک کے درمیان بس روٹس کو کھول دیا جائے جو اس بات کی طرف خاص علامت تھی کہ دونوں مما لک کے درمیان تجارتی تعلقات کو فروغ دیا جائے اور جس کے نتیجے میں حالات کو مزید معتدل کیا جا سکے۔ یہ حل بھارتی وزیراعظم منموہن سنگھ کی طرف سے تھا جس نے 15 جولائی 2007 کو کہا تھا کہ تقسیم شدہ کشمیر، انڈیا اور پاکستان کے درمیان تعاون کی ایک علامت بن سکتا ہے اوراس بات کا وثوق سے اظہار کیا کہ 60 سالہ تصادم کے خاتمے کے مقصد کے تحت مذاکرات جاری رہیں گے۔ تب منموہن سنگھ نے کشمیر کی سرحدوں کے متعلق اپنے مؤقف کو دہرایا اور کہا ''سرحدیں تبدیل نہیں ہوسکتیں لیکن انہیں غیر متعلقہ بنایا جا سکتا ہے'' اس نے یہ بات جموں و کشمیر صوبے کے دارالحکومت جموں میں ایک تقریب کے دوران ایک تقریر میں کہی، جہاں اسے اعزازی ڈگری دی گئی، جس کی ایک کاپی ای میل کے ذریعے نیوز ایجنسی رائٹرز کو بھیجی گئی تھی، جس میں کہا گیا: ''اس میں کوئی شک نہیں کہ تقسیم ایک حقیقت ہے لیکن لائن آف کنٹرول اشیاء، لوگوں کے لیے خدمات (services) کی آسان آمدورفت اور افکار کی آزادی کے لیے ایک امن کی لائن

بن سکتی ہے'' منموہن سنگھ نے مزید کہا: ''مجھے امید ہے اور میں اس بات پر پُر اعتماد ہوں کہ جموں و کشمیر ایک دن انڈیا اور پاکستان کے درمیان تصادم کی علامت کی بجائے تعاون کی علامت بن سکتا ہے''

موجودہ صورتحال اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ مشرف کی طرف سے انڈیا کے ساتھ مل کر یہ حل نافذ کیا جا رہا ہے اور پچھلے کچھ عرصہ میں پاکستان کی طرف سے کشمیر پر جتنے بھی بیانات دیئے گئے ہیں وہ اسی پیرائے میں ہیں۔ 2004 کے مذاکرات کے بعد کشمیر کے لوگوں کے لیے حق خودارادیت کے مطالبے کو چھوڑ دیا گیا ہے اور تمام تر مذاکرات اس مطالبے سے ہٹ کر ہو رہے ہیں۔ مشرف حکومت اب اس بات کا مطالبہ بھی نہیں کرتی کہ اس مسئلے کو بین الاقوامی قراردادوں کے مطابق حل کیا جائے۔ اور کشمیر پر جہاد کا بھی کوئی ذکر نہیں ہے چنانچہ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ معاملات کشمیر سے دست برداری کی طرف جا رہے ہیں اور موجودہ حالات کو ہی کشمیر پر فائنل حل کے طور پر قبول کر لیا گیا ہے۔

(7) پس مشرف اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ اپنے تمام رشتے ناطے توڑ چکا ہے، جس کی تفصیل یوں ہے:

وہ افغانستان پر امریکی جارحیت میں امریکہ کے شانہ بشانہ کھڑا ہے، اس نے اپنی افواج کو قبائلی علاقوں میں خونریزی کے لیے متحرک کیا، وزیرستان اور بلوچستان میں قتل عام کیا اور نہایت مہلک ہتھیاروں کے ساتھ لال مسجد پر چڑھائی کی، کشمیر سے دست برداری کو قبول کیا، اسلامی مدرسوں کے علماء اور طالب علموں کے ساتھ ہتک آمیز سلوک کیا اور اسلامی دعوت کے علمبرداروں پر پابندیاں لگائیں اور یہ فہرست جاری ہے۔

مسلمان مشرف کو مسترد کر چکے ہیں اور وہ اس سے نفرت کرتے ہیں لہٰذا وہ اپنی صدارت کی دوسری مدت کے لیے ان کی حمایت کھو چکا ہے۔ پس امریکہ کے لیے اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں کہ وہ بے نظیر جیسی سیکولر ترین برطانوی وفادار سے پاور شیئرنگ کرے تا کہ امریکہ اپنے وفادار ایجنٹ کو اقتدار میں برقرار رکھ سکے جس کا مطلب یہ ہے کہ بے نظیر بھٹو اور اس کی جماعت کے ساتھ باہمی معاہدہ ہو۔ چنانچہ اس معاہدے کے بعد بے نظیر بھٹو بیک جنبشِ قلم پاک صاف ہوگئی اور اسے نہایت اہم لیڈر کے طور پیش کیا جانے لگا، اس امر کے باوجود کہ مشرف نے بذاتِ خود اس پر کرپشن کے الزامات لگائے تھے اور اسے ملک بدر رہنے پر مجبور کیا تھا۔ جیسا کہ ڈیل کا تقاضا تھا مشرف نے 5 اکتوبر 2007 کو ایک آرڈیننس پاس کیا جس کے ذریعے اسے عام معافی دے دی گئی۔ یہ آرڈیننس صدارتی الیکشن سے فقط ایک دن قبل پاس ہوا جو 6 اکتوبر 2007 کو منعقد ہوئے تھے جبکہ عام انتخابات جنوری 2008 کو متوقع ہیں۔ درحقیقت مشرف کو ڈر تھا کہ اس کے حمائتی جنوری 2008 میں ہونے والے عام انتخابات میں کامیاب نہیں ہونگے اور اسی وجہ سے وہ اپنے صدارتی انتخابات کے متعلق پُر یقین نہیں تھا، چنانچہ اس نے عام انتخابات سے قبل ہی صدارتی انتخاب منعقد کروا لیا اور اس طرح وہ یہ الیکشن ''جیت'' گیا، جیسا کہ سابقہ پارلیمانی انتخابات میں کامیابی حاصل کی گئی تھی۔

(8) بے نظیر بھٹو کو عام معافی دینے کے معاملے

میں پاکستانی حکومت میں اختلافات اس وقت نمایاں ہوئے جب حکومتی اتحاد کے کئی ارکان نے اس پر تنقید کی اور اسے ''غیر منصفانہ'' قرار دیا۔ وفاقی وزیر برائے مذہبی امور اعجاز الحق جو کہ سابقہ فوجی ڈکٹیٹر ضیاء الحق کا بیٹا ہے جس نے بے نظیر بھٹو کے باپ ذوالفقار بھٹو کو 1979ء میں پھانسی دی تھی، نے کہا: ''ہم نے مجوزہ عام معافی پر اپنے تحفظات کا اظہار کر دیا ہے اور ہم اس کی حمایت نہیں کرتے۔'' اور بالکل کھلے انداز میں وفاقی وزیر نے اس بات پر زور دیا: ''کسی کرپٹ سیاست دان کو معافی نہیں دی جاسکتی بالخصوص وہ جنہوں نے ڈیڑھ ارب ڈالر کا فراڈ کیا ہو۔''

مشرف کے حکومتی اتحاد میں ایسی مخالفت عجیب یا غیر متوقع نہیں تھی کیونکہ مشرف کی یہ حکومتی جماعت مسلم لیگ (ق)، نواز شریف کی مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی کے ٹوٹے ہوئے اراکین سے مل کر بنی تھی اور مشرف پہلے بھی ان کے خلاف، اپنی اطاعت نہ کرنے کی صورت میں کرپشن کے الزامات اور خطرناک نتائج کی دھمکی استعمال کر چکا ہے۔ لہٰذا ایسی جماعت میں بحران کے وقت مخالفانہ بیانات حیران کن بات نہیں ہے۔

(9) لیکن یہ معاملہ مشرف کی جماعت کی دسترس سے بالاتر ہے اور یہی وجہ تھی کہ اندرونِ خانہ مخالفت کوئی اثر نہ دکھا سکی اور اس مزاحمت کے باوجود مشرف اور بے نظیر بھٹو 4 اکتوبر 2007 کو پاور شیئرنگ کے ایک معاہدے پر پہنچ گئے، جس کی امریکی انتظامیہ اور برطانیہ نے بھی توثیق کر دی اور جو مفاہمتی آرڈیننس کی شکل میں 5 اکتوبر 2007 کو منظرِ عام پر آیا اور جو صدارتی انتخاب سے فقط 24 گھنٹے قبل تھا جسے سپریم کورٹ نے شیڈول کے مطابق کروانے کی اجازت دی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ حزبِ اختلاف کے دوسرے اراکین کے برخلاف بے نظیر کی پیپلز پارٹی نے انتخابات کا بائیکاٹ نہیں کیا تاکہ کورم کو یقینی بنا کر مشرف کو صدارت کی دوسری مدت دے دی جائے۔

یہ عام معافی 'قومی مفاہمتی' آرڈیننس کا حصہ تھی کہ جس کے ذریعے سیاست دانوں پر لگائے گئے کرپشن کے الزامات کو واپس لے لیا گیا۔ اس آرڈیننس پر مشرف کی طرف سے دستخط سے پہلے اسے حکومت سے منظور کروایا گیا۔

اس فرمان کے مطابق ان تمام سیاست دانوں کو معاف کر دیا گیا جن پر 1988ء سے 1999ء تک کرپشن کے الزامات تھے۔ اس مسودے کو نہایت چالاکی سے تیار کیا گیا جس کی وجہ سے سابقہ وزیر اعظم نواز شریف اس سے کوئی رعایت حاصل نہیں کر سکتے جس کو 1999ء میں مشرف نے ایک غیر خونی انقلاب کے ذریعے اقتدار سے محروم کر دیا تھا اور اس کے خلاف مجرمانہ مقدمات 2000ء سے بننا شروع ہوئے تھے۔

پس ایک خاص فارمولے کے ذریعے نواز شریف کو اس عام معافی سے محروم رکھا گیا حالانکہ وہ خود بھی اس سے قبل امریکہ کا ایجنٹ ہی تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ نواز شریف کو 1999ء میں کارگل پر پاکستانی فوج کی نقل وحرکت کو کنٹرول نہ کر سکنے کی وجہ سے امریکی غضب کا نشانہ بننا پڑا تھا جب پاکستانی فوج بھارتی فوج سے جیتنے کے قریب ہو گئی تھی اور ایسی کامیابی واجپائی کے اقتدار کے قائم رہنے کے لیے زہرِ قاتل ثابت ہوتی جو کہ امریکی وفادار تھا۔ امریکہ اس پر کافی پریشان تھا چنانچہ اس نے مشرف کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ 1999ء نواز شریف کو ہٹا کر اقتدار پر قابض ہو جائے۔ اور مشرف نے ہی امریکی احکامات کی پاسداری کرتے ہوئے پاکستانی فوج کو کارگل فتح کرنے سے قبل ہی واپس بلایا تھا۔ امریکہ کے لیے سالوں کی خدمات کے عوض بھی امریکہ نے نواز شریف کی اس ''سرسری غلطی'' کو معاف نہ کیا۔ کاش! اس کے دوسرے ایجنٹ اس سے سبق سیکھیں کہ استعماری طاقتیں اپنے ایجنٹوں کو صرف اپنے مفادات کے لیے استعمال کرتی ہیں اور جیسے ہی وہ اپنے مقاصد کے لیے کام کرنا شروع کریں، وہ انہیں نکال باہر پھینکتی ہیں۔

5 اکتوبر 2007ء کو اس عام معافی کے فیصلے اور 6 اکتوبر کے مشرف کے انتخاب کے بعد سپریم کورٹ نے اس انتخاب کی درستگی کے حوالے سے 17 اکتوبر 2007ء کو اس پر غور شروع کیا اور اس کی متعدد بار سماعت ہو چکی ہے تاہم اس مسئلے پر عدالت کا فیصلہ ابھی آنا باقی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ 18 اکتوبر 2007ء کو بے نظیر بھٹو اس امید کے ساتھ پاکستان واپس آ گئی کہ وہ تیسری بار وزیر اعظم بن سکتی ہے۔ قبل ازیں وہ دو بار وزیر اعظم کا عہدہ سنبھال چکی ہے پہلے 1988ء سے 1990ء تک اور 1993 سے 1996ء تک۔

(10) امریکہ نے مشرف کے اقتدار کو یقینی بنانے کے لیے بے نظیر بھٹو کے ساتھ ڈیل کی خاطر اپنی بہترین کوششیں صرف کی ہیں، چاہے مشرف کے دوسری بار اقتدار پر قابض ہونے کے بعد بے نظیر اپنے رستے بدل ہی کیوں نہ لے جیسا کہ حزبِ اختلاف نے کیا تھا۔

امریکہ نے کئی ماہ قبل لندن میں بے نظیر بھٹو اور برطانیہ کے ساتھ مذاکرات کا آغاز کیا تھا یہاں تک کہ مشرف کے بطورِ صدر اور بے نظیر بھٹو کے بطورِ وزیر اعظم پاور شیئرنگ کا خاکہ سامنے نہیں آ گیا۔ اگرچہ امریکہ اس بات سے خبردار تھا کہ بے نظیر بھٹو ایسی وزیر اعظم نہیں بننا چاہے گی جس کے پاس طاقت نہ ہو جیسا کہ آج کی صورتحال ہے۔ وہ جانتا تھا کہ وہ عوامی جمہوریہ کے صدر کے ساتھ حقیقی پاور شیئرنگ چاہتی ہے۔ اس کے علاوہ امریکہ کو اس بات کا بھی ادراک تھا کہ مشرف کا کم طاقت کے ساتھ اقتدار میں رہنا بہتر ہے بجائے یہ کہ وہ پاکستان میں سب کچھ کھو دے اور اس کا پاکستان پر اثر ورسوخ مکمل ختم ہو جائے۔

پس ان نکات کی روشنی میں، جو کہ امریکہ کی طرف سے تھے، مشرف اور بے نظیر بھٹو کے درمیان مذاکرات شروع ہوئے، یہ مذاکرات کبھی تو براہِ راست ان کے درمیان ہوئے اور کبھی ان کے نمائندوں کے ذریعے۔ یہ مذاکرات کبھی لندن میں ہو رہے تھے اور کبھی متحدہ عرب امارات میں۔ چنانچہ دونوں اطراف سے 'کچھ لو اور کچھ دو' کے معاملے کے بعد مشرف اس بات پر رضامند ہو گیا کہ بے نظیر بھٹو کی واپسی کے لیے تمام قانونی رکاوٹوں کو ختم کر دیا جائے گا اور یوں اسے کرپشن تمام کے الزامات سے بری کر کے اس کے لیے تیسری بار وزیر اعظم بننے کی راہ ہموار ہو جائے گی۔ جبکہ بے نظیر بھٹو اس بات پر متفق ہوئی کہ دوسری اپوزیشن جماعتوں کے برعکس وہ پارلیمنٹ کا بائیکاٹ نہیں کرے گی۔ وہ اس بات پر بھی متفق ہوئی کہ اس کی جماعت کا کوئی رکن مشرف کے اس فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ سے رجوع نہیں کرے گا کہ مشرف دوبارہ صدر منتخب ہونے کے بعد وردی اتارے گا۔

اس کے بعد ہونے والے واقعات طے شدہ معاملے

کا حصہ تھے، جیسا کہ:

بے نظیر بھٹو کی جماعت پاکستان پیپلز پارٹی کے اراکین نے دوسری جماعتوں کے اراکین کے برعکس الیکشن کا بائیکاٹ نہیں کیا۔

الیکشن کمیشن نے انتخابی قوانین کے اندر ملک کے سربراہ کے انتخاب کے حوالے سے ایک ترمیم پاس کی اور اس پر کمیشن کے سربراہ، جوکہ بے نظیر کا طرفدار اور مشرف کا مخالف ہے، نے مخالفت نہیں کی اور اس طرح آرٹیکل 63 کو ختم کرنے کا راستہ صاف ہوگیا جو کہ مشرف کے وردی کے اندر انتخاب کے لیے ایک رکاوٹ تھی۔ اسی اثناء میں پاکستان مسلم لیگ کے سیکرٹری نے اس بات کا اعلان کیا کہ مشرف وردی صرف اپنے دوبارہ انتخاب کی صورت میں ہی اتارے گا۔

27 ستمبر کو جب مشرف نے اپنے دوبارہ انتخاب کا اعلان کیا تو اس نے کہا کہ اگرچہ الیکشن کمیشن آرٹیکل 63 کو منسوخ کر چکا ہے لیکن وہ وردی کے معاملے میں سپریم کورٹ کے فیصلے کا پابند ہوگا۔ 29 ستمبر کو الیکشن کمیشن نے صدارتی انتخاب کے لیے نامزدگیوں کی مد میں آئی ہوئی 43 درخواستوں کی جانچ پڑتال کی اور چھے افراد کا انتخاب کیا جن میں مشرف اور امین فہیم جو کہ بے نظیر بھٹو کا قابل اعتبار آدمی ہے، بھی شامل تھے، جبکہ امین فہیم نے اس بات کا اعلان کیا کہ اگر مشرف کے کاغذاتِ نامزدگی قبول ہو جاتے ہیں تو وہ اپنی نامزدگی واپس لے لے گا اور یوں مشرف ، اس کا مخالف وجیہہ الدین احمد اور تین دوسرے امیدوار میدان میں رہ گئے۔

یکم اکتوبر کو جب امیدواروں کی فائنل لسٹ کا سرکاری اعلان کیا گیا تو پارلیمنٹ کے 85 ارکان نے اسمبلیوں سے استعفے دے دیئے جن میں نواز شریف کے حمائتی بھی شامل تھے جب کہ بے نظیر بھٹو کی پیپلز پارٹی کے اراکین مستعفی نہیں ہوئے۔ 2 اکتوبر کو مشرف کے ایک وزیر نے بیان دیا کہ بے نظیر بھٹو کے خلاف مجرمانہ الزامات کو کھولا نہیں جائیگا اور ساتھ ہی یہ اعلان بھی کیا گیا کہ مشرف جیسے ہی صدر کا عہدہ سنبھال لیں گے تو وہ آرمی چیف کا عہدہ چھوڑ دیں گے۔ اسی دوران ISI کے سابق سربراہ اور مشرف کے قریبی ساتھی اشفاق کیانی کو وائس چیف آف سٹاف کے عہدے پر ترقی دے دی گئی تا کہ اس

بات کو یقینی بنایا جاسکے کہ بعد میں صرف وہی آرمی چیف کے عہدے پر فائز ہونے میں کامیاب ہو سکے۔ مشرف کو اس بات کا یقین تھا کہ بے نظیر بھٹو وزیر اعظم بننے کے بعد اسے آرمی چیف کے طور پر تسلیم کر لے گی یا کم از کم اسے اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ اشفاق کیانی ہی تھا جو مشرف کی طرف سے بے نظیر کے ساتھ مذاکرات کرنے والے وفد کی سربراہی کر رہا تھا۔

پھر 5 اکتوبر 2007ء کو مفاہمتی آرڈیننس آگیا اور 6 اکتوبر 2007ء کو مشرف صدارتی انتخاب جیت گیا اگرچہ سپریم کورٹ کی ہدایت کے مطابق اس کا سرکاری اعلان نہیں کیا گیا پھر 18 اکتوبر 2007ء کو بے نظیر بھٹو پاکستان آگئی۔ یہ سب معاملے کے مطابق تھا سوائے یہ کہ بے نظیر بھٹو پر اس کی ریلی کے دوران قاتلانہ حملے کی کوشش کی گئی۔ یہ نا قابل فہم ہے کہ اس حملے کے پیچھے مشرف کا ہاتھ ہو کیونکہ کم از کم اس وقت اور اگلے سال کے شروع میں ہونے والے انتخابات تک اسے بے نظیر کی ضرورت ہے۔ تاہم جیسا کہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ حکومت کے کچھ لوگ خاص طور پر جو ضیاء الحق سے نسبت رکھتے ہیں اور جو بے نظیر بھٹو کے لیے عام معافی کی مخالفت کر چکے ہیں، ان کی بات الگ ہے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ موجودہ حالات میں امریکہ اور مشرف کے لیے یہ ڈیل نہایت اہم ہے۔

مندرجہ بالا تمام بحث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امریکہ بے نظیر بھٹو کو اس کی برطانوی وفاداریوں کے باوجود، جہاں اس نے اپنی جلاوطنی کا عرصہ گزارا ہے، کیوں قبول کر رہا ہے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ان واقعات کے درمیان پاکستان کس رخ کو جارہا ہے تو 60 سال سے جب سے پاکستان بنا ہے تو یہاں ہر حکومت کی وفاداری صرف ایک آقا کے لیے رہی ہے یعنی کبھی تو برطانیہ کے لیے اور کبھی امریکہ کے لیے، اب تاریخ میں یہ پہلی بار ہو رہا ہے کہ یہاں دو مختلف طرح کے وفادار ایجنٹ ہونگے یعنی مشرف امریکہ کا وفادار اور بے نظیر بھٹو برطانیہ کی وفادار۔ اگر دونوں اس ڈیل پر قائم رہتے ہیں تو مستقبل قریب میں پاکستان کی صورتحال مقابلے بازی اور جھگڑوں سے بھرپور ہوگی۔

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ امریکہ کے پاس اس بات کے علاوہ کوئی چارہ نہیں کہ وہ اپنے ایجنٹ مشرف کو بچانے کے لیے بے نظیر بھٹو سے ڈیل کرے اور یوں پاکستان پر اپنے اثر و رسوخ کو بچائے، چاہے اس میں کچھ اختیارات بے نظیر بھٹو یا دوسرے لفظوں میں برطانیہ کو منتقل کئے جانے کی وجہ سے یہ اثر و رسوخ کمزور ہی کیوں نہ ہو جائے۔

یہ متوقع ہے کہ دونوں کم از کم اگلے انتخابات تک اس ڈیل کا احترام کریں گے جیسا کہ مشرف اور بے نظیر کو اس کی ضرورت ہے:

مشرف کو اس بات کی ضرورت ہے کہ اس کی جماعت اور بے نظیر بھٹو کی جماعت پارلیمنٹ میں اتحادی ہوں تا کہ پارلیمنٹ میں پیش کئے جانے والے قوانین کی توثیق ہو سکے، جبکہ بے نظیر کو اس پارلیمنٹ کی اس لیے ضرورت ہے کیونکہ وزیر اعظم کی کرسی کے لیے اس کا قائد حزب اقتدار ہونا ضروری ہے۔

اگرچہ دونوں سیکولر ہیں اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کر رہے ہیں جیسا کہ ان کے بیانات سے

واضح ہے جبکہ جوان کے دلوں میں ہے وہ اس سے کئی گنا زیادہ ہے لیکن دونوں دو مختلف آقاؤں کے غلام اور ایجنٹ ہیں جس کی وجہ سے ان کا سیاسی ملاپ زیادہ طویل نہیں ہوگا۔

کیونکہ جب بڑی طاقتیں اپنے اثر ورسوخ کے لیے باہم متحارب ہوتی ہیں تو اپنے رستے میں کسی رکاوٹ کو برداشت نہیں کرتیں بالخصوص جب ان میں سے ایک امریکہ ہو جس کی فطرت میں خودسری اور غرور کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ چنانچہ یہ ممکن ہوگا کہ امریکہ اور مشرف بے نظیر بھٹو کو بے اختیار کرنے کے لیے اس کے لیے سنجیدہ قانونی اور مادی رکاوٹیں کھڑی کریں یا پھر اگر وہ کرسکیں تو اس کو دوبارہ جلاوطن کردیں۔ جب کہ دوسری طرف بے نظیر بھٹو جو اسی طرح مکار ہے جو انگریزوں کی مخصوص خصلت ہے اور سیاسی فہم وبصیرت رکھتی ہے، اس قابل ہوجائے کہ وہ معاملات کو مشرف کے خلاف پلٹ دے جس کی وجہ سے مشرف کی ساکھ کو مزید نقصان ہو اور اس کا ایوانِ صدر میں باقی رہنا ڈانوں ڈول ہوجائے اور اگر وہ کرسکیں تو اس کو نکال باہر کریں، چاہے یہ سیاسی عمل کے ذریعے ہو یا پھر اپنے ساتھیوں کے ذریعے عدالت سے مشرف کے خلاف فیصلے دلوا کر۔

پس فریقین کے درمیان مادی اور سیاسی تصادم متوقع ہے اور اس کے دو پہلو ہیں:

ایک منفی پہلو یہ ہے کہ اس تصادم کے نتیجے میں نہ ختم ہونے والا عدم استحکام لوگوں کی زندگیوں کو مشکل اور اذیت ناک بنادے۔

جبکہ اس کا مثبت پہلو یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کے باہمی تصادم سے ان کو کمزور کردے اور ان میں سے کسی کے دوسرے سے بدلہ لینے سے قبل ہی اللہ ان دونوں کو سزا دے، بے شک اللہ عزیز اور حکیم ہے۔

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے چاہا تو اس میں سے دین کے لیے نصرت اور لوگوں کے لیے خیر کی سبیل نکلے گی۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمام امور پر غالب ہے لیکن زیادہ تر لوگ اس کا علم نہیں رکھتے۔

15 شوال 1428ھ 26 اکتوبر 2007ء

(اہم نوٹ)

اگرچہ یہ جواب پاکستان میں ایمرجنسی لگائے جانے اور اسے اٹھائے جانے اور بعد ازاں بے نظیر کے قتل سے قبل تحریر کیا گیا تھا لیکن اس جواب میں جو ماضی کے لحاظ سے تفصیلات دی گئی ہیں وہ نہایت اہم ہیں جس کی وجہ سے اس سوال کے جواب کو من وعن شائع کیا جارہا ہے۔

مزید برآں ہم دیکھ سکتے ہیں کہ جس طرح اس جواب کے اندر نتیجتاً بیان کیا گیا ہے کہ برطانوی وفادار قوتیں امریکی ایجنٹ مشرف کو ہٹانے کی کوشش کریں گی بالکل اسی طرح ہی کیا گیا، اس کی پہلی کوشش عدلیہ کے ذریعے تھی، جب مشرف کو صاف نظر آرہا تھا کہ عدلیہ اس کے بغیر وردی کے وجود کو بھی کوئی وقعت نہیں دے گی تو مشرف نے ایمرجنسی کے نفاذ کے ذریعے اپنا دفاع کیا اور ایسے تمام ججز کو فارغ کردیا جو اس کے لیے خطرہ بن چکے تھے اور اسی طرح وہ تمام وکلاء رہنما جو اس کے خلاف تحریک میں ہراوّل دستے کا کردار ادا کررہے تھے وہ قید وبند کی مصیبتوں میں مبتلا ہیں۔ اسی طرح ہم نے یہ بھی دیکھا کہ مشرف اور بے نظیر کے درمیان جزوی ڈیل کے باوجود اختلافات موجود رہے اور ایسا لگ رہا تھا کہ یہ ڈیل جلد اختتام کو پہنچ جائے گی جس کی وجہ بے نظیر کا رویہ تھا جیسا کہ اپنی موت سے ایک ہفتہ قبل اس نے امریکی اخبار میں یہ عندیہ دیا تھا کہ وہ ق لیگ کے ساتھ کولیشن حکومت بنانے کو تیار نہیں اور بے نظیر کا قصہ تمام کردیا گیا۔ امریکی اور برطانوی وفاداروں کی یہ کشمکش جاری ہے اور جیسا کہ مندرجہ بالا جواب کے آخر میں بیان کیا گیا تھا کہ امریکی اور برطانوی وفاداروں کی یہ جنگ پاکستان کے مسلمانوں کے لیے ایک منفی پہلو رکھتی ہے کہ اس تصادم کے نتیجے میں نہ ختم ہونے والا عدم استحکام لوگوں کی زندگیوں کو مشکل اور اذیت ناک بنادے گا۔ جس کا پہلا مظاہرہ ہم نے 27 دسمبر کو بے نظیر کے قتل کے بعد دیکھا جب پاکستان کے طول وعرض میں پرتشدد مظاہروں کا آغاز ہوا۔ سینکڑوں عمارتیں جلادی گئیں، درجنوں ریلوے اسٹیشن اور بوگیاں جلا کر راکھ کردی گئیں، قیمتی جانوں کا ضیاع ہوا اور شرپسند عناصر کو لوٹ مار کر موقع مل گیا۔ امریکی اور برطانوی وفاداروں کی یہ کشمکش تادمِ تحریر جاری ہے۔ یہ لوگ اسلام اور پاکستان کے وفادار نہیں۔ بلکہ یہ اپنے مفادات کے لیے اپنے ہی لوگوں کے اندر نفرت کے بیج بوتے ہیں، مسلمانوں کے ہی وسائل کو کفار کے مفادات کے لیے آگ میں جھونک دیتے ہیں، ان کے نزدیک اوّل وآخر انہی کفار کی خوشنودی کا حصول ہے اور پاکستان پر مسلط سرمایہ دارانہ نظام، چاہے وہ آمریت کی شکل میں ہو یا پھر جمہوریت کی شکل میں، ان کو ان کے قبیح مقاصد کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے چور دروازے مہیا کرتا ہے۔

آج اگر ہم ان مسائل سے نکلنا چاہتے ہیں تو ہمیں اس سرمایہ دارانہ نظام کو اکھاڑنا ہوگا جو چہرے اس لیے بدلتا رہتا ہے کہ پاکستان کے مسلمان اُس کے شکنجے میں پھنسے رہیں۔ اور خلافت کا نظام ہی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا دیا ہوا نظامِ حکومت ہے اور یہی وہ نظام ہے جو اُن تمام چور دروازوں کو بند کردیتا ہے جن کے ذریعے امریکی اور دوسری استعماری طاقتوں کے ایجنٹ پاکستان پر اثر ورسوخ حاصل کرتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے وسائل، عقیدے اور جان ومال کا محافظ ہوتا ہے۔

• • •

اَج دی گل

حسن عزمی

روپ نادان مشرف دا، پر چلے بُش فرمان
چور اُچکے چوہدری تے غنڈی رَن پردھان

لیڈر اُتے کندھے فرعون دے، حکم رب دا ٹھکران
ظلم حق پرستاں نال تے چوٹھے تیر چلان

لا توں اُوچی کوک، تاں جاگن چھیتی مسلمان
رب دی دھرتی رب دا نظام، ایہو ساڈھی اے اذان

مفاد اُٹھاون کُج پیر مولوی، تے پِسدے رہن عوام
وطیرہ اوناں دا حق چھپانا تے وِیچی پھرن اسلام

جان لے توں اصل بیماری، انسان دا بنایا اے نظام
جیہڑہ دتا سوہنے نبیؐ نے، او اے خلافت دا نظام

• • •

اردو زبان میں اسلامی افکار پر مبنی نئی کتب

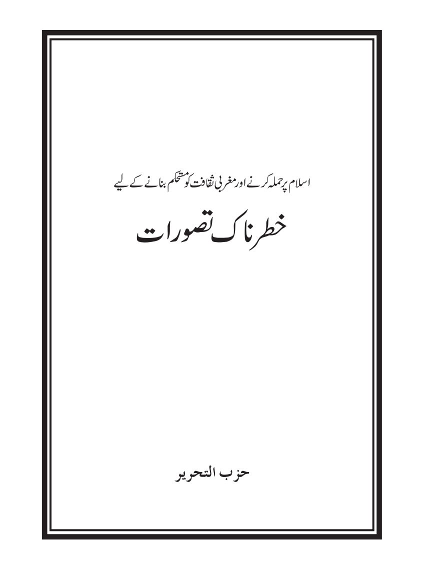

اسلام پر حملہ کرنے اور مغربی ثقافت کو مستحکم بنانے کے لیے

خطرناک تصورات

کفار نے بہت سارے تصورات جیسے مذاہب کے مابین مکالمہ، اور بین الثقافتی مکالمہ اور یہ نقطۂ نظر کہ عرب اور یہودی دونوں ابراہیمؑ ہی کی اولاد ہیں، اسی طرح دہشت گردی، بنیاد پرستی اور انتہا پسندی جیسے افکار کے ذریعے اسلام کو بدنام کرنے کی کوشش شروع کر دی، چنانچہ یہ بہت اہم ہے کہ ہم ان افکار کی اصل حقیقت اور امتِ مسلمہ کے لیے ان تصورات میں موجود خطرات کو جان لیں، تا کہ امت مسلمہ ان تصورات سے خبردار رہے اور ان کی جانب صحیح رویہ اختیار کرے۔ یہ خاص طور پر اس لیے بھی ضروری ہے کہ اسلام کی ایک عالمی آئیڈیالوجی اور ایک سیاسی نظام کے طور پر واپسی، جسے خلافت پوری دنیا تک پھیلائے گی، اب ایک ناگزیر بات بن چکی ہے۔ اور اس بات سے نہ صرف وہ مسلمان واقف ہیں جو اسلام کی خاطر متحرک ہیں بلکہ تمام امتِ مسلمہ یہاں تک کہ اسلام کے وہ تمام دشمن، جو اس دین اور اس دین کی حامل امت کی خلاف سازشیں تیار کرتے رہتے ہیں، بھی یہ بات سمجھ چکے ہیں۔ یہ کتاب انہی تصورات کی حقیقت کو بیان کرتی ہے تا کہ مسلمان کفار کی فکری جنگ کو سمجھیں اور ان کے بہکاوے میں آنے کی بجائے اسلام کو دوبارہ دنیا میں نافذ کرنے کے لیے کام کریں۔

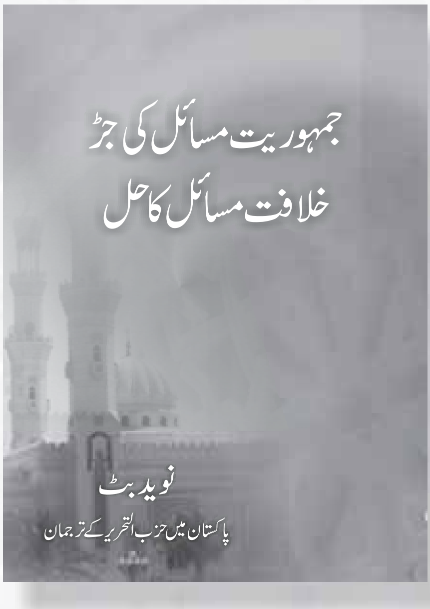

جمہوریت مسائل کی جڑ
خلافت مسائل کا حل

آج جبکہ امت کے اندر استعمار کی غلامی سے نجات کی خواہش تیز سے تیز تر ہو رہی ہے اور اسلام کے دوبارہ نفاذ کا جذبہ مضبوط ہو رہا ہے یہ امر نہایت اہم ہے کہ امت کے سامنے اسلام کے نظامِ حکومت کا خاکہ واضح ہو، تا کہ وہ اپنی منزل کا صحیح تعین کر سکے۔ نیز امت کے سامنے جمہوریت کے تصور اور اس کی اصلیت کو واضح کر دیا جائے تا کہ وہ اسلامی نظام اور مغربی سرمایہ دارانہ نظام میں تفریق کر سکے اور اسلام کے نام پر دھوکہ نہ کھائے۔

یہ کتابچہ اس ضمن میں ایک کاوش ہے جس میں جمہوریت کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ نیز جمہوریت کی حقیقت اور اسلام سے اس کے تناقض کو بھی واضح کیا گیا۔ اور آخر میں خلافت کے ریاستی ڈھانچے کا خاکہ مختصراً پیش کیا گیا ہے تا کہ مسلمانوں کے اذہان میں اسلامی ریاست کا تصور واضح ہو جائے، جسے دنیا کے نقشے پر رونما ہونے سے روکنے کے لیے مغرب کئی دہائیوں سے کوشاں ہے۔

میگزین خلافت
علیٰ منہاج نبوت
ربیع اول
1429ھ، 2008ء

غزل

فارس خیالؔ

اپنے دیں سے ہو کر دُور
آج ہیں مسلم چکنا چُور

کالی رات میں لائیں گے
جگنو اپنے رب کا نور

مرتے مرتے ہر دیوار
کر لیں گے ہم لوگ عبور

کافر تیری بندر بانٹ
نامنظور ہے نامنظور

خوں کی ہولی خوں کے کھیل
اہلِ مغرب کے دستور

فرضِ خلافت ہم پر فرض
حق ہے حزب ترا منشور

دیکھ رہا ہوں پت جھڑ میں
اچھے کل کے سُندر بُور

www.khilafat.pk